ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
9 تا 15 اگست 2001ء

☆ عالمی نظام خلافت، افغانستان اور پاکستان (منبر و محراب)

☆ پاکستان...... ایک منفرد خطہ زمین (دعوت فکر)

☆ ہوئے تم دوست جس کے...... (تجزیہ)

پاکستان کا معجزانہ قیام

ہمارے قومی اور ملی وجود کی تصویر کا روشن اور تابناک رُخ بالکلیہ ارادہ و مشیتِ ایزدی اور تائید و نصرتِ الٰہی کا مظہر ہے، جس کے نتیجے میں پاکستان کا عالم وجود میں ظہور بھی ایک خاص ''معجزہ'' کی حیثیت سے ہوا تھا اور اس کا اب تک قائم رہنا بھی ''معجزات'' ہی کے تسلسل کا مرہونِ منت ہے۔

یہ امور اگرچہ اصلاً ع ''رازِ خدائی ہے یہ کہہ نہیں سکتی زباں!'' کے ذیل میں آتے ہیں اور اس قبیل کے اِکا دُکا واقعات کو تو پہچاننا بھی صرف ان لوگوں کا کام ہے جن کا باطن منور ہو اور جو ع ''گاہ مری نگاہِ تیز چیر گئی دلِ وجود!'' کی کیفیت کے ضمن میں رُسوخِ تام حاصل کر چکے ہوں ___ تاہم جب ان ''معجزات'' کا تسلسل ہو اور خارقِ عادت واقعات پے در پے ظہور پذیر ہو رہے ہوں تو ایک عامی انسان بھی ان کا اِدراک کر سکتا ہے، بشرطیکہ اسے ایک ایسے قادرِ مطلق اور فاعلِ حقیقی خدا پر کسی درجے میں ایمان حاصل ہو جو اس کائنات کا خالق، باری اور مصور ہی نہیں، مالک، حاکم اور مدبر بھی ہے۔ چنانچہ کُل سلسلۂ اسباب و علل اُس کے قبضۂ قدرت میں ہے اور نتائج و عواقب کا ظہور بالکلیہ اُسی کے اِذن و مشیت کے تابع ہے، یہاں تک کہ ایک پتہ بھی اُس کے علم و اِذن کے بغیر جنبش نہیں کر سکتا اور ایک حدیثِ نبویؐ کے مطابق ''تمام انسانوں کے دِل اُس کی دو انگلیوں کے مابین ہیں، انہیں جدھر چاہے پھیر دیتا ہے''۔

چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ پاکستان کے قیام و بقا کے ضمن میں ''معجزانہ'' نوعیت کے واقعات کا ظہور اس تسلسل کے ساتھ ہوا ہے کہ کوئی بالکل ہی کور باطن ہو تو اور بات ہے، ورنہ ہر صاحب دیدۂ بینا کو صاف نظر آتا ہے کہ پاکستان کا قیام ارادہ و مشیتِ خداوندی کے ایک خصوصی ظہور کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کا وجود یقیناً تدبیرِ الٰہی کے کسی طویل المیعاد منصوبے کی ایک اہم کڑی کی حیثیت رکھتا ہے۔

(امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی کتاب ''استحکامِ پاکستان'' سے ایک اقتباس)

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ البقرہ (۲۹)

﴿وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۝﴾ (آیت ۲۵)

''اور (اے پیغمبر!) جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک اعمال کئے' انہیں خوشخبری دے دیجئے کہ ان کے لئے ایسے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں' جب ان کو وہاں کا کوئی پھل کھانے کو ملے گا تو وہ کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہم کو اس سے پہلے (دنیا میں) ملا تھا' اور ان کو (دنیا کے پھلوں سے) مشابہ صورت والے پھل دیئے جائیں گے' اور ان کے لئے وہاں پاکیزہ زوج ہوں گے' اور وہ ہمیشہ وہیں رہیں گے''۔

ایمان باللہ اور ایمان بالرسالت کے بعد اب یہاں تیسری چیز یعنی ایمان بالآخرۃ کا تذکرہ ہے۔ ایمان قبول کرنے کے بعد اس کے مطابق اپنے عمل درست کر لینے والوں کو' جن کی ایک تصویر اسی سورت کی ابتدائی پانچ آیات میں ہمارے سامنے آ چکی ہے' حضور اکرم ﷺ کے ذریعے جنت کی بشارت دی جا رہی ہے۔ نیک اور صالح لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے باغات تیار کئے ہیں جن کے دامن میں نہریں اور ندیاں بہتی ہوں گی۔ جب انہیں جنت کے اندر کوئی روزی کسی میوے کی شکل میں دی جائے گی تو اسے دیکھ کر وہ کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو اس سے پہلے بھی ہمیں دی جا چکی ہے۔ یعنی جنت کے پھل اور میوے اپنی شکل وصورت کے اعتبار سے ایسے نرالے اور اجنبی نہیں ہوں گے کہ جن سے اہل جنت نامانوس ہوں۔ یہ پھل اپنی شکل وصورت میں تو دنیا کے پھلوں سے ملتے جلتے ہوں گے لیکن لذت اور ذائقے میں وہ ان سے بدرجہا زیادہ عمدہ اور اعلیٰ ہوں گے۔ لہٰذا جب وہ ان کا ذائقہ چکھیں گے تو کچھ اور ہی مزہ پائیں گے۔ اہل جنت ہر پھل اور میوے کو دیکھ کر اس کی پہچان کر لیں گے لیکن ذائقے میں ان کو دنیا کے پھلوں سے کوئی نسبت نہ ہو گی۔

عربی میں ''زوج'' کا لفظ شوہر اور بیوی دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ شوہر کے لئے ''زوج'' اس کی بیوی ہے جبکہ بیوی کے لئے شوہر ''زوج'' ہے۔ جنت میں ازواج پاکیزگی کی صفت کے ساتھ ہوں گے۔ اگر دنیا میں کوئی مرد پرہیزگار ہے اور اس کی بیوی نیک نہیں ہے تو آخرت میں ان کا باہمی رشتہ کٹ جائے گا اور اس مرد کو پاک دامن بیوی دے دی جائے گی۔ جنت کی عورتیں نجاسات ظاہرہ وباطنہ اور اخلاق رذیلہ سے پاک صاف اور منزہ ہوں گی۔ اسی طرح اگر یہاں کوئی عورت نیک اور ایماندار ہے جبکہ اس کا شوہر بدطینت ہے تو آخرت میں وہ اس برے شوہر کی صحبت سے خلاصی پا جائے گی اور کوئی نیکوکار مرد اس کا شریک زندگی بنا دیا جائے گا۔ اگر دنیا میں کوئی شوہر اور بیوی دونوں پاک سیرت ہیں تو جنت میں بھی ان کا یہی رشتہ ابدی وسرمدی ہو جائے گا۔

چوھدری رحمت اللہ بٹر

باہمی صلح کی اہمیت

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ((اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلٰوةِ وَالصَّدَقَةِ)) قَالُوا بَلٰى؟ قَالَ :((صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ فَاِنَّ فَسَادَ ذَاتِ الْبَيْنِ هِیَ الْحَالِقَةُ)) [رواہ الترمذی]

''حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تم کو ایسی بات سے آگاہ نہ کروں جو افضل ہے روزہ' صدقہ اور نماز سے''۔ صحابہ نے عرض کیا: ضرور بتایئے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: ''باہم صلح کروانا (افضل عمل ہے) اور بے شک آپس کا فساد تو ہلاکت والی چیز ہے''۔

آج مسلمانوں میں وہ اخوت باہمی نہیں رہی جو اسلام کو قبول کرنے کی بنیاد پر مسلمانوں میں قائم ہونی چاہئے۔ اس معاملے میں کوتاہی کے نہایت خوفناک نتائج ظاہر ہو رہے ہیں۔ نفلی روزوں' نوافل اور صدقات کی تو ہمارے ذہن میں اہمیت ہے لیکن باہمی تعلقات کے بارے میں کوئی احساس بھی نہیں ہے کہ مسلمانوں میں اتحاد امت بھی ضروری ہے۔ آج بڑے بڑے علماء دین بھی اس پہلو پر کبھی مسلمانوں کو کوئی احساس نہیں دلاتے۔ یوں وہ نہ دین کے غلبہ کی کسی کوشش کو فرض سمجھتے ہیں اور نہ ہی مسلمانوں کے جماعتی زندگی گزارنے کو۔ آج اگر مسلمان آپس میں ناراض اور ایک دوسرے کے دشمن ہیں تو دوسرے مسلمانوں کو اس سے کوئی غرض نہیں کیونکہ ان کے درمیان صلح کروانا اور انہیں بھائی چارے میں منسلک کرنا اب دین کے فرائض میں شامل نہیں سمجھا جاتا' حالانکہ مسلمانوں کا جماعتی زندگی اور اتحاد واتفاق کے بغیر زندگی گزارنا تو دین کو تباہ وبرباد کر دینے والی چیز ہے' جس کے بارے میں ایک دوسری حدیث میں وضاحت ہے کہ باہمی فساد یعنی ایک دوسرے سے قطع تعلق اور دشمنی تو ہلاکت پیدا کر دیتی ہے اور دین کو مونڈ دینے والی بات ہے۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

جلد 10 شمارہ 29
9 تا 15 اگست 2001ء
(۱۸ تا ۲۴ جمادی الاول ۱۴۲۲ھ)

○

بانی : اقتدار احمد مرحوم
مدیر : حافظ عاکف سعید

○

معاونین: مرزا ایوب بیگ ' سردار اعوان
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت : شیخ رحیم الدین

○

پبلشر: اسعد احمد مختار ' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 03-5869501 فیکس: 5834000
E-Mail:anjuman@tanzeem.org
Website:www.tanzeem.org

○

قیمت فی شمارہ : 5 روپے
زرتعاون (اندرون پاکستان) :
سالانہ 225 روپے' ششماہی 120 روپے
سالانہ زرتعاون (بیرون پاکستان):
☆ ایران' ترکی' اومان' مسقط' عراق' الجزائر' مصر
700 روپے (12 امریکی ڈالر)
☆ سعودی عرب' کویت' بحرین' قطر' امارات' بھارت'
بنگلہ دیش' افریقہ' ایشیا' جاپان' یورپ
900 روپے (15 امریکی ڈالر)
☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا' نیوزی لینڈ
1400 روپے (25 امریکی ڈالر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

حافظ عاکف سعید

''جشن آزادی'' ــــ ایک لمحۂ فکریہ

شمسی تقویم کے اعتبار سے رواں ہفتے کے دوران پاکستان اپنی عمر کے ۵۴ برس مکمل کر کے ۵۵ ویں سال میں قدم رکھ دے گا۔ اخباری تجزیوں کے مطابق اس سال بھی یوم آزادی جسے اب ''جشن آزادی'' اور ''عید آزادی'' کہنا زیادہ صائب سمجھا جاتا ہے' روایتی جوش و خروش کے ساتھ منایا جائے گا۔ وہ پاکستانی قوم جو آج پورے طور پر یہود کے پھیلائے ہوئے عالمی مالیاتی استعمار کی غلامی کے شکنجے میں جکڑی جا چکی ہے اور جس کی ایک عظیم اکثریت نظریہ پاکستان سے ناآشنا اور قیام پاکستان کے مقاصد سے ناواقف محض ہے' رنگا رنگ تقریبات کے انعقاد اور بے ہودہ ہلڑ بازی کے مظاہروں کے ذریعے ''جشن آزادی'' منائے گی۔ اور یہ سب کچھ سرکاری سرپرستی میں ہوگا کہ اس طرح حکمرانوں کو ایک تیر سے دو شکار کرنے کا نادر موقع ہاتھ آتا ہے ــــ ایک طرف اس ذریعے سے حکمران طبقے کی پاکستان کے ساتھ قلبی و جذباتی وابستگی اور جذبۂ حب الوطنی کا ثبوت فراہم ہوتا ہے اور دوسری جانب عوام الناس کی توجہ کو عارضی طور پر زندگی کے تلخ حقائق سے ہٹا کر انہیں کھلونے دے کر بہلانے کا موقع میسر آتا ہے۔

آزادی بلاشبہ ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ مسلمانان پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے قیام پاکستان کی صورت میں انگریز اور ہندو کی دوہری غلامی سے نہ صرف نجات دلائی بلکہ علامہ اقبال کے خواب اور قائداعظم کی آرزوؤں کے مطابق اسلام کے اعلیٰ ترین سماجی و اخلاقی اصولوں پر مبنی ایک جدید اسلامی جمہوری فلاحی ریاست کی تشکیل کا زریں موقع بھی عنایت فرمایا۔ مسلمانان پاکستان کے لئے یہ صورت حال ایک بہت بڑے چیلنج اور آزمائش کا درجہ رکھتی تھی۔ فرعون کی غلامی کے پنجے سے بنی اسرائیل کی معجزانہ رہائی کے تذکرے میں سورۃ الاعراف میں وارد ہونے والے الفاظ: ﴿ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''پھر ہم نے تمہیں ان کے بعد زمین میں خلافت و اقتدار سے نوازا تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیا عمل کرتے ہو!'' پورے طور پر مسلمانان پاکستان پر صادق آتے ہیں۔ کوئی کور باطن شخص ہی اس تلخ حقیقت کا انکار کر سکتا ہے کہ ہم نے بحیثیت قوم قیام پاکستان کے مقاصد کو پس پشت ڈالتے ہوئے اور ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ'' کے فلک شگاف نعروں کی صورت میں اللہ کے ساتھ کئے گئے اجتماعی عہد کو پاؤں تلے روندتے ہوئے دنیا پرستی' دولت پرستی اور ہوس پرستی کو اپنا شعار بنا لیا۔ بانی و معمار پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے سینکڑوں اقوال اور کلکتہ سے راس کماری تک گونجنے والے اس نعرۂ مستانہ کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس خطۂ زمین میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ اور نکتۂ توحید پر مبنی اسلام کا نظامِ عدل اجتماعی قائم ہوتا اور یہ خطۂ زمین پوری دنیا کے لئے مینارۂ نور بن جاتا۔ پوری نوع انسانی جو آج بدترین استحصالی طاغوتی نظام کے شکنجے میں جکڑی ہوئی ہے' نبی آخر الزماں ﷺ کے لائے ہوئے اس نظام عدل اجتماعی کی برکات کا بچشم سر مشاہدہ کرتی جو آپؐ کی رحمۃ للعالمینی کا سب سے بڑا مظہر ہے۔ لیکن ہوا کیا؟ ــــ افسوس کہ ہم نعمت آزادی کی قدر کرنے اور اللہ کی طرف سے دیئے گئے امتحان میں پورا اترنے میں بری طرح ناکام رہے اور ہم نے اپنی کوتاہیوں اور بداعمالیوں کے سبب آزادی کو غلامی میں بدل ڈالا۔ آزادی کے فریب میں مبتلا پاکستانی قوم آج پورے طور پر آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک نامی خون آشام مالیاتی اداروں کی غلامی کے شکنجے میں ہے۔ ہم نے اللہ کو حاکم اعلیٰ اور رسولؐ کو رہبر و رہنما ماننے کی بجائے امریکہ کی کاسہ لیسی اور یو این او کی غلامی کا راستہ اختیار کیا۔ نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ معاشی غلامی اور معاشی موت پر مستزاد ذلت و مسکنت کا عذاب ہے جو آج پوری قوم کے سروں پر مسلط ہے۔

زیادہ قابل افسوس بات یہ ہے کہ ہم آج بھی اپنی آنکھیں کھولنے اور حالات سے سبق سیکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہمارے عوام کی اکثریت ''حال مست'' اور اونچے طبقے کی عظیم اکثریت ''مال مست'' قسم کے افراد پر مشتمل تو ہے ہی' ہمارے دانشوروں کی بڑی اکثریت بھی حقائق سے نظریں چرانے کی روش پر عمل پیرا ہے اور اصل مرض کی تشخیص و علاج کی طرف توجہ دینے کی بجائے محض سطحی اصلاح اور علاج پر مشتمل تجاویز پر اکتفا کئے ہوئے ہے۔ اور ہمارے دینی سیاسی رہنما سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی وقتی سیاست کے جھمیلوں اور جوڑ توڑ کی بے اصولی سیاست کی غلیظ دلدل سے باہر نکلنے کو تیار نہیں۔

سیدھی سی بات ہے کہ پاکستانی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدل سکتی جب تک کہ قیام پاکستان کے اصل مقاصد کی طرف ٹھوس پیش رفت کی خاطر ملک کے دینی و مذہبی طبقات ملک میں اسلامی نظام یعنی نظام خلافت کے قیام کے لئے بھرپور اور سنجیدہ جدوجہد کے لئے کمربستہ نہیں ہو جاتے۔ مولانا رومؒ کا یہ شعر صدفی صد مسلمانان پاکستان پر منطبق ہوتا ہے۔

دستِ ہر نا اہل بیمار کند   سوئے مادر آ کہ تیمارت کند!

عالمی نظامِ خلافت، امارتِ اسلامی افغانستان اور مسلمانانِ پاکستان

مسجد دار السلام باغ جناح، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۳راگست کے خطاب جمعہ کی تلخیص

مجھے اس بات کا یقین کامل حاصل ہے کہ قیامت سے قبل کل روئے ارضی پر اللہ کا دین حق غالب ہوگا۔ قرآن مجید میں اس کا صغریٰ کبریٰ موجود ہے۔

قرآن میں تین مرتبہ یہ الفاظ آئے:

﴿هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾

(التوبہ /فتح/الصف)

''وہی ہے اللہ جس نے اپنے رسول کو الھدیٰ یعنی قرآن اور دین حق یعنی شریعت دے کر بھیجا تاکہ وہ اسے تمام نظام زندگی پر غالب کر دیں۔''

افغانستان اور پاکستان کے بنیادی حالات میں بنیادی نوعیت کا فرق و تفاوت موجود ہے

گویا کہ حضور ﷺ کی بعثت کا مقصد غلبہ دین ہے۔ اسی طرح پانچ مرتبہ یہ اہم مضمون الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ وارد ہوا ہے:

﴿وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾

''اے نبی ہم نے آپ کو پوری انسانیت کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا۔''

ان آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت کا مقصد پورے طور پر اس وقت مکمل ہوگا جب کل روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب ہوگا۔ اس بات کی واضح خبریں حضور ﷺ نے بھی دی ہیں۔ جو صحیح احادیث کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہیں کہ قیامت سے قبل پورے روئے زمین پر اللہ کا دین غالب ہو کر رہے گا۔ میرے نزدیک اس کام کا عالمی سطح پر آغاز سرزمین عرب سے ہوگا اور حضرت مہدی کے ہاتھوں ہوگا۔ جبکہ عالمی سطح پر اس کی توسیع حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھوں ہوگی۔ چونکہ احادیث نبویہ میں یہ وارد ہے کہ عرب میں حضرت مہدی کی حکومت قائم کرنے کے لئے مشرق سے فوجیں جائیں گی جبکہ حضرت عیسیٰؑ کی مدد کے لئے خراسان سے لشکر روانہ ہوں گے۔ لہٰذا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عرب کے کسی مشرقی ملک میں پہلے کہیں اسلامی حکومت قائم ہو چکی ہوگی۔

عرب کے مشرقی مسلمان ممالک کا جائزہ لیں تو ان میں انڈونیشیا، ملائیشیا، بنگلہ دیش بھی شامل ہیں، لیکن مسلم اکثریتی آبادی کے حوالے سے صرف پاکستان، افغانستان اور ایران ہی وہ خالص اسلامی ممالک ہیں جو عرب کے مشرق میں واقع ہیں کہ جن میں غیر مسلم آبادی کا تناسب بہت کم ہے۔ پھر یہ تینوں ایک دوسرے سے متصل بھی ہیں۔ لہٰذا مناسب ہوگا کہ ان تین ممالک کا جائزہ لیا جائے کہ حضور ﷺ کی پیشین گوئیوں کے حوالے سے ان کی کیا کیفیت ہے۔

<u>ایران</u>: ۲۲ سال قبل ایران میں ایک عظیم انقلاب برپا ہوا جس کے نتیجے میں شیعہ علماء کی حکومت قائم ہوگئی جس سے دنیا ایک مرتبہ ہل کر رہ گئی تھی۔ اس انقلاب کو پاکستان میں درآمد کرنے کی کوشش کی گئی جو ناکام ہوگئی تاہم اس کی باقیات السیئات (ناگوار اثرات) کے طور پر سنی شیعہ دہشت گردی اب بھی موجود ہے۔ تاہم ایران میں خاتمی کے دورِ حکومت میں جو لبرل ازم شروع ہوا ہے اس سے امید ہے کہ کٹر شیعہ عقائد کا زور کچھ کم ہوگا اور امید کی جا سکتی ہے کہ ایران بھی حضرت مہدی کی حکومت کے قیام میں روڑے نہیں اٹکائے گا بلکہ کسی قدر معاونت کرے گا۔ میرا گمان ہے کہ ایران کے صوبہ خراسان کے حصے میں یہ سعادت ضرور آئے گی کیونکہ احادیث میں خراسان کے جس علاقے کا ذکر ہوا ہے اس میں ایران کا یہ حصہ، افغانستان اور پاکستان کے صوبہ سرحد کے کچھ علاقے شامل ہیں۔

<u>افغانستان</u>: دوسرا ملک افغانستان ہے وہاں بھی بیس بائیس برس کی توڑ پھوڑ کے بعد خالص حنفی اسلامی حکومت قائم ہو چکی ہے۔ اور اب وہاں مکمل امن و امان قائم ہے۔ لہٰذا یہ خطہ تو حضور ﷺ کی پیشین گوئیوں کے مطابق ضرور اس کا مصداق بنے گا۔ یہی وجہ ہے کہ عالم کفر اس کے خلاف متحد ہو چکا ہے۔ تاہم ان کا معاملہ بحمد اللہ یہ ہے کہ

کیا ڈر ہے اگر ساری خدائی ہو مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے

<u>پاکستان</u>: میرے تجزیئے کے مطابق تاریخی اعتبار سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور احیاء اسلام کے حوالے سے سب سے زیادہ موزوں خطہ پاکستان ہے۔ اگرچہ بالفعل یہاں اس سمت پیش رفت نہ ہونے کے برابر ہے۔ تاریخی اعتبار سے جائزہ لیا جائے تو دوسرے ہزار سال کے مجددین اسی خطہ زمین میں آئے۔ پھر چودھویں صدی ہجری میں شیخ

تاریخی اعتبار سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا سب سے زیادہ حق دار پاکستان ہے

الہند مولانا محمود حسنؒ کے علاوہ ابو الکلام آزاد، علامہ اقبال، مولانا مودودیؒ اور مولانا الیاس جیسے عظیم رجال دین بھی یہاں پیدا ہوئے۔ خلافت کے خاتمہ کے وقت ۱۹۲۴ء میں پوری دنیا میں خلافت کے حق میں اگر کہیں کوئی تحریک چلی تو صرف یہاں چلی۔ اسی طرح یہ بات نہایت قابل لحاظ ہے کہ مذہب کی بنیاد پر تحریک آزادی صرف یہاں برپا ہوئی اور جس کا حاصل پاکستان ہے۔ پھر نوٹ کیجئے کہ قیام پاکستان کے بعد یہاں قرارداد مقاصد منظور ہوئی جس میں اللہ کی حاکمیت تسلیم کی گئی۔ پاکستان کے دستور میں اسلامی دفعات کی شمولیت بھی اسی سمت ایک اہم قدم ہے۔ پھر دیکھئے کہ سودی نظام یعنی بینک اور کمرشل انٹرسٹ کے خلاف عدالتی فیصلہ یہاں ممکن ہوا، اگرچہ غیر سودی نظام کی تنفیذ تا حال نہیں ہو سکی ہے۔ اس تناظر میں سب سے بڑھ کر اس کا حق دار پاکستان ہے کہ یہاں ایک حقیقی معنوں میں اسلامی جمہوری ریاست کا قیام عمل میں آئے اور اسلام

کا عادلانہ نظام اجتماعی قائم و نافذ ہو۔لیکن ہمارے یہاں بعض بڑے لوگوں سے بہت بڑی غلطیاں ہوئیں جس کی وجہ سے تاحال نفاذِ اسلام کی طرف ٹھوس مثبت پیش رفت نہ ہوسکی۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دینی عناصر میں ایک مایوسی اور بددلی کی کیفیت طاری ہے اور ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق یہ دینی عناصر اِدھر اُدھر دیکھنے اور سہاروں کی تلاش پر مجبور ہیں۔اسی کا یہ مظہر ہے کہ آج سے قریباً بیس سال قبل ایرانی انقلاب کے بعد یہ بات ہمارے ملک کے مختلف طبقات کی جانب سے سامنے آتی رہی کہ پاکستان کے حالات کو درست کرنے کے لئے ایک خمینی کی ضرورت ہے۔اور اب ہمارے بعض دینی حلقوں میں یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ یہاں طالبان طرز کا انقلاب آنا چاہئے اور کچھ لوگوں کا خیال کہ ہمیں ملا عمر کے ہاتھ پر بیعت کرلینی چاہئے لیکن ایسے لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ ہر خطے کے اپنے اپنے

پاکستان میں صرف منہج انقلاب نبوی ﷺ پر کاربند ہوکر اسلامی انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے

مخصوص حالات اور تقاضے ہوتے ہیں جن کا اگر لحاظ نہ رکھا جائے تو سوچ میں عدم توازن پیدا ہوتا ہے۔

افغانستان کے حالات:

موجودہ افغانستان زیادہ پرانا نہیں ہے۔ ماضی میں یہ خطہ عموماً ایران یا ہندوستان کا حصہ رہا ہے۔ موجودہ افغانستان احمد شاہ ابدالی نے اٹھارہویں صدی عیسوی میں قائم کیا۔انقلاب سے پہلے ظاہر شاہ حکومت کے تحت یہاں کی صورت حال کچھ یوں تھی:

۱) نچلی سطح پر مضبوط قبائلی نظام موجود تھا اور بالائی سطح پر مستحکم شہنشاہی نظام قائم تھا۔
۲) سوویت یونین سے ان کے بہت گہرے مراسم تھے۔
۳) بھارت سے گہری دوستی اور پاکستان سے شدید دشمنی تھی چنانچہ یو این او میں پاکستان کی رکنیت کی مخالفت میں واحد ووٹ افغانستان کی طرف سے ہی آیا تھا۔
۴) دارالخلافہ کابل مغربی تہذیب میں پورے طور پر ڈوبا ہوا تھا۔
۵) بیوروکریسی اور پڑھے لکھے طبقات میں کمیونسٹ اثرات کا نفوذ بہت شدید تھا۔
۶) خلق اور پرچم کے نام سے صرف دو کمیونسٹ سیاسی جماعتیں تھیں۔تیسری کوئی سیاسی قوت وہاں موجود نہ تھی۔

تاہم یہ سابقہ دور اکھاڑ پچھاڑ کا شکار رہا۔ پہلے داؤد نے ظاہر شاہ کا تختہ الٹ دیا۔پھر کمیونسٹ انقلابات کا دور آ گیا۔ایک کے بعد ایک کمیونسٹ حکمران یہاں بدلتے رہے جس کے باعث کمیونسٹ نظام بھی یہاں قدم نہ جما سکا۔کمیونسٹوں کی آپس کی خانہ جنگی کے باعث روس نے افغانستان میں داخلے کی غلطی کی۔افغان قوم جس کی گھٹی میں آزادی شامل ہے وہ روس کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی۔ علماء نے بھی جہاد کا فتویٰ دیا۔چنانچہ اس جدوجہد آزادی میں دس لاکھ افغان شہید ہوئے۔امریکہ نے روس سے ویت نام میں اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے پاکستان کے ذریعے افغانیوں کی مدد کی اور بالآخر روس کو وہاں سے ذلت ورسوائی کے ساتھ بھاگنا پڑا۔پھر چوتھا دور آیا اور مجاہدین کی باہمی خانہ جنگی شروع ہوگئی۔اس جنگ میں بدترین تباہی ہوئی۔ لاکھوں مسلمان ایک دوسرے کے ہاتھوں قتل ہوئے۔کابل کی حقیقی تباہی اسی دوران ہوئی۔لوکل کمانڈرز نے اپنی لوکل حکومتیں قائم کرلیں اور ملک طوائف الملوکی کا شکار ہوگیا۔جگہ جگہ پر ناکہ بندی کے ذریعے اور پھاٹک لگا کر ٹیکس اور بھتہ وصول کرنے اور عزتوں کو داغدار کرنے کے ظالمانہ نظام کا سلسلہ شروع ہوا جس سے عوام کی مشکلات بڑھ گئیں۔پھر صف دوم کے کچھ کمانڈرز نے اصلاح کا بیڑا اٹھایا جس میں ملا عمر اور ملا محمد ربانی مرحوم شامل تھے۔انہوں نے اس ظالمانہ نظام اور آپس کی لڑائی کو ختم کرنے کا تہیہ کیا اور قندھار کے علاقے سے اس نیک جدوجہد کا آغاز کیا۔

پاکستان کے دینی عناصر نے بھی ان کی مدد کی۔عوام جو ظالمانہ ٹیکسوں اور ''پھاٹکوں'' پر ہونے والے شرمناک واقعات سے تنگ آ چکے تھے انہوں نے ملا عمر اور ان کے ساتھیوں کو خوش آمدید کہا اور ظالموں کے اڈوں کا صفایا شروع ہوگیا۔اس طرح کام آگے بڑھنا شروع ہوا اور بیشتر علاقوں میں جنگ کی نوبت نہیں آئی اور عوام نے بخوشی ہتھیار جمع کرا دیے جس کے نتیجے میں اب گزشتہ پانچ سالوں سے قریباً ۹۵ فیصد علاقے پر کٹر حنفی سنی اسلامی حکومت قائم ہوچکی ہے۔دراصل طالبان کی اس کامیابی کی چند وجوہات ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱) روس کے خلاف جہاد کے باعث یہاں کے مضبوط کمیونسٹ عناصر جو سول اور ملٹری بیوروکریسی پر چھائے ہوئے تھے یا تو ختم ہوگئے یا ملک چھوڑ کر چلے گئے۔
۲) مترفین اور سرمایہ دار لوگ خواہ وہ سیکولر ذہن کے مالک تھے یا مذہبی ذہن رکھتے تھے اور اعلیٰ پروفیشنلز وہاں کے حالات سے بددل ہوکر ملک چھوڑ گئے تھے۔
۳) وہاں فوج باقی رہی نہ بیوروکریسی۔
۴) صرف محنت کش اور غریب باقی رہ گئے یا پھر مذہبی طبقہ رہ گیا۔

چنانچہ ان حالات میں طالبان تحریک کو اس تیزی سے کامیابی حاصل ہوئی کہ بغیر کسی مزاحمت کے اسلامی حکومت قائم ہوگئی۔اگر کمیونسٹ ہوتے فوج اور بیوروکریسی ہوتی تو طالبان کے لئے وہاں غلبہ حاصل کرنا اتنا آسان نہ ہوتا۔

آج بھی طالبان کو اصل خطرہ باہر کی دنیا سے ہے اندر سے نہیں۔ باہر ایک طرف شمالی اتحاد سے خطرہ ہے جس کی پشت پر عالمی اسلام دشمن طاقتیں ہیں۔علاوہ ازیں طالبان کی ساری مخالفت اقوام متحدہ کے ذریعے ہے۔جس سے وہاں کے باسیوں کو شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ یہ سب بیرونی خطرات ہیں۔البتہ اندرونی طور پر ایک اندیشہ یہ پیدا ہو چلا ہے کہ وہاں کام کرنے والے بیرونی امدادی ادارے (این جی اوز) امداد کے ساتھ برین واشنگ بھی کررہے ہیں اور وہاں کے عوام کو طالبان کی مذہبی قیادت اور پاکستان کے خلاف بھڑکا رہے ہیں۔تاہم فی الوقت یہ خطرہ اتنا

پاکستان میں طالبان طرز کی تحریک چلی تو خدشہ ہے کہ اسے کچل دیا جائے

نمایاں نہیں ہے۔

پاکستان کے حالات:

اس پس منظر میں اگر پاکستان کا جائزہ لیا جائے تو پاکستان کے حالات افغانستان سے بہت مختلف ہیں۔ پاکستان ایک نیم ترقی یافتہ ملک ہے۔ یہاں ایک مضبوط حکومت قائم ہے۔منظم فوج ہے جو مجتمع ہے اور جس میں آج تک کوئی دراڑ نہیں ڈال سکا۔یہاں ایک ذہین اور موثر بیوروکریسی موجود ہے۔بڑی بڑی جاگیریں موجود ہیں جن کی حیثیت ریاستوں کی ہے۔ بڑے بڑے صنعت کار موجود ہیں۔ یہاں پر مغرب زدہ ایلیٹ طبقہ کو پالیسی ساز اداروں میں فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے جس کا سب سے بڑا مظہر انگلش اخبارات کا سیکولر طرز فکر کو فروغ دینا ہے۔دین کے قیام میں پیش رفت نہ ہونے کی وجوہات میں سے ایک یہ ہے کہ یہاں دینی احیائی تحریکوں کی دعوت صرف مڈل کلاس میں تو پھیلی ہے اپر ایلیٹ کلاس (اوپر کے طبقات) میں کوئی شگاف پیدا نہیں کرسکی ہے۔ اسی طرح روایتی مذہبی جماعتوں کے اثرات بھی بہت محدود ہیں۔ان کے پاس سٹریٹ پاور تو ہے لیکن ان کے ہاں اقامت دین اور نظام اسلام کا تصور نہیں ہے۔

اس اعتبار سے پاکستان کے حالات افغانستان سے بہت مختلف ہیں۔پاکستان میں اگر ان حالات میں طالبان طرز کی تحریک شروع کی جائے تو اس تحریک کے تین امکانی نتائج ہوسکتے ہیں۔

۱) اس تحریک کا ایک انجام یہ ہوسکتا ہے کہ اسے سختی کے ساتھ کچل دیا جائے' لیکن اس ملک میں اسلام کے مستقبل کے حوالے سے یہ بہت مہلک نتائج کا حامل ہوگا۔

۲) بالفرض اس تحریک کی کامیابی کا کوئی امکان ہوا بھی تو صرف اسے صوبہ سرحد اور بلوچستان کی شمال مغربی سرحدی پٹی میں پذیرائی ہوگی جس کا ایک امکانی نتیجہ صرف یہ ہوسکتا ہے کہ پاکستان کی پختون بیلٹ پاکستان سے کٹ کر افغانستان کا حصہ بن جائے۔

۳) تیسرا خوفناک نتیجہ یہ ہوسکتا ہے کہ اس قسم کی تحریک کے نتیجے میں پیدا ہونے والے کسی خلفشار کا فائدہ اٹھانے کے لئے امریکہ کی شہ پر بھارت پاکستان پر حملہ کر دے اور یوں خاکم بدہن' پاکستان کا وجود بھی باقی نہ رہے۔

ان حالات میں پاکستان کی دینی احیائی تحریکوں کے لئے واحد ممکن العمل راستہ منہج انقلاب نبویؐ پر کاربند ہونا ہے۔ منہج انقلاب نبویؐ کے سوا کسی اور راستے سے یہاں اسلام نہیں آسکتا۔

کرنے کا اصل کام: دعوت کے میدان میں اسلام کا انقلابی فکر کہ اسلام محض مذہب نہیں بلکہ دین ہے اور یہ کہ دین اپنا غلبہ چاہتا ہے ہمارے ملک کے متوسط طبقے میں بہت حد تک نفوذ کر چکا ہے۔ اگرچہ ایلیٹ طبقے تک اس دعوت کی رسائی نہیں ہوسکی۔ لہٰذا پہلی ضرورت یہ ہے کہ مغربی فکر پر انگریزی زبان میں ایسی زوردار مدلل تنقید ہو کہ مغرب زدہ مسلمان طبقات سے اس کا رعب ختم ہو جائے۔ اس کے ساتھ ہی قرآن کے فلسفہ وحکمت کو اعلیٰ علمی سطح پر انگریزی زبان میں ان کے سامنے پیش کیا جائے۔

دوسرے یہ کہ حضور اکرم ﷺ کے انقلابی طریق کار کے مطابق ایک منظم جماعت کی صورت میں اسلامی نظام کے قیام کے لئے بھرپور جدوجہد کی جائے۔ تاہم اس کی ایک شکل یہ بھی ہوسکتی ہے کہ نہی عن المنکر کی بنیاد پر دینی جماعتوں کا ایک مضبوط اتحاد ایک پریشر گروپ کی صورت میں مطالباتی تحریک کے ذریعے نفاذ شریعت کی جدوجہد کا آغاز کرے تو اس کام میں کامیابی کی توقع کی جاسکتی ہے۔

میرے نزدیک فی الحال پاکستان میں طالبان طرز کی کسی تحریک کی کامیابی کا کوئی امکان نہیں البتہ پاکستان میں اسلامی انقلاب کے لئے نبوی منہاج پر کاربند رہتے ہوئے ہمیں طالبان حکومت کے استحکام کے لئے ان کی ہر ممکن مالی واخلاقی مدد کرنی چاہئے۔

حالاتِ حاضرہ

اقوام متحدہ کی طرف سے پاک افغان سرحد پر مانیٹرنگ ٹیم کی تعیناتی کے فیصلے کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ اس اقدام کا مقصد طالبان کے گرد باطل کے گھیراؤ کو تنگ سے تنگ تر کرنا ہے۔ پاکستانی حکومت اور عوام کو اس فیصلے کی مخالفت کرنی چاہئے اور اس معاملے میں اقوام متحدہ کے ہر قسم کے دباؤ کو مسترد کرتے ہوئے تعاون سے انکار کر دینا چاہئے۔ بدقسمتی سے ایران نے اس فیصلے پر خوشی کا اظہار کیا ہے جو انتہائی افسوسناک ہے۔

حالیہ بلدیاتی انتخابات سے ایک بات واضح ہوگئی ہے کہ انتخابات کے ذریعے سیاسی قیادت میں کوئی تبدیلی نہیں لائی جاسکتی۔ البتہ جماعت اسلامی کا ان انتخابات میں طرز عمل شدید مایوس کن ہے۔ جماعت اسلامی نے تمام اصول بالائے طاق رکھ کر جوڑ توڑ کی سیاست کی ایک ناگوار مثال قائم کی ہے۔

فلسطین کے موجودہ حالات افسوس ناک ہیں۔ انتہا پسند یہودی ہیکل سلیمانی کی تعمیر پر کھل کر سامنے آگئے ہیں اور بے گناہ فلسطینیوں پر ظلم وتشدد کی کارروائیوں میں بے پناہ اضافہ ہوگیا ہے۔ اگرچہ انہیں اپنے معبد کا سنگ بنیاد رکھنے میں کامیابی نہیں ہوسکی تاہم ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عرب اسرائیل تنازعہ اب زیادہ پیچیدہ صورت اختیار کرے گا' لیکن افسوس کہ عالم اسلام فلسطینیوں کے ساتھ محض اظہار ہمدردی کے سوا کچھ کرنے کی صلاحیت سے محروم ہے۔

(مرتب: فرقان دانش خان)

ع خلافت' ہو نبوت جس کی منہاج!

—— علامہ شبیر بخاری ——

خلافت کی جہاں کو ہے طلب آج
خلافت —— ہو نبوت جس کی منہاج
دلیلِ نکتۂ وحدت یہی ہے
ہے سب مخلوق اِک خالق کی محتاج
ملائک کا ہوا مسجود آدم!
عطا حق سے ہوئی اس کو یہ معراج
بنی آدم کو بخشی ہر بلندی
محمدؐ کو دیا لولاک کا تاج
محمدؐ سید عالم —— محمدؐ
محمدؐ دو جہاں میں جن کا ہے راج
یہ سب سایہ ہُما پایہ ہے ان کا
کہیں گر لاج ہے تو ان کی ہی لاج
وہ دانائے سبل' ختم الرسل ہیں
وہ سرِّ کائناتِ جزو و کل ہیں

ہوئے تم دوست جس کے......

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

ہم پاکستانی بھی کتنے سادہ ہیں! روکا جس محترمہ کے نام کا جز ہے' اس سے یہ امید لگا بیٹھے کہ وہ ہم پر عائد شدہ پابندیاں ہٹانے کی سفارش کرے گی۔ لیکن ہوا کیا؟ وہ ہمیں بہت سی جلی کٹی سنا کر چلتی بنی اور آخری فیصلہ یہ سنایا کہ جب تک فوجی حکومت ہے اور جب تک جمہوریت بحال نہیں ہوتی' پابندیاں ختم نہیں کی جاسکتیں۔ عجیب مضحکہ خیز صورتِ حال ہے۔ پابندیاں جمہوری دور میں بلکہ ہیوی مینڈیٹ والی جمہوریت میں لگائی گئیں اور اب محترمہ روکا کہہ رہی ہیں کہ جب تک پاکستان میں میں فوجی آمریت مسلط ہے اور جمہوریت بحال نہیں ہوتی' روکا کی حکومت پابندیاں روکے رکھے گی۔ جمہوریت امریکہ کے ایمان کا جز ہے۔ وہ انسانی حقوق کا علمبردار' چمپئن اور دہشت گردی کا دشمن ہے

امریکہ پاکستان کے بارے میں ذلت آمیز رویہ اختیار کر رہا ہے

لیکن جب الجزائر میں اسلامی جماعت انتخاب جیت کر جمہوری طریق سے اقتدار حاصل کر رہی ہو تو امریکہ کا ایمان متزلزل ہو جاتا ہے۔ امریکہ چین' ایران' کیوبا اور آج کل افغانستان میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی پر بہت پریشان ہے لیکن بھارت کی سات لاکھ فوج کشمیر میں مسلمانوں کی نسل کشی کر رہی ہے اور اسرائیل فلسطین میں بربریت کا جو مظاہرہ کر رہا ہے اس سے انسانی حقوق کا بال بیکا نہیں ہو رہا۔ دہشت گردی سے امریکہ کو شدید نفرت ہے۔ وہ دہشت گردی کے خاتمے کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہے۔ سرد جنگ کے دوران افغانستان میں سویت یونین کے خلاف جہاد کرنے والی تنظیموں اور جماعتوں کے ساتھ امریکہ کی گہری چھنتی تھی اور انہیں اسلحہ' سرمایہ اور تکنیکی امداد مہیا کی جاتی تھی۔ ان مجاہدین میں سے ایک اسامہ بن لادن بھی تھا۔ سویت یونین جو اس وقت امریکہ کے مدمقابل اور سپر پاور کی حیثیت رکھتا تھا' جونہی شکست و ریخت سے دوچار ہوا اور روس نے امریکہ کے سامنے سجدہ سہو کیا تو افغانستان میں جہاد کرنے والی جماعتیں اور تنظیمیں دہشت گرد بن گئیں اور مجاہد اعظم اسامہ بن لادن سب سے بڑے دہشت گرد نظر آنے لگے۔

امریکہ کے اس طرزِ عمل سے ہمارے قارئین اچھی

ابو الحسن

طرح واقف ہیں۔ یہاں ان باتوں کا اعادہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام دشمنی امریکہ کی پالیسی کا کارنر سٹون ہے۔ وہ اپنا ہر اصول' ہر ضابطہ' ہر قانون اور ہر روایت اسلام دشمنی پر قربان کر سکتا ہے۔ اسلامی ممالک میں پاکستان واحد ملک ہے جو ایٹمی صلاحیت رکھتا ہے اور اسرائیل کے لئے ایک مستقل خطرہ ہے۔ لہٰذا پاکستان سے امریکہ کی دشمنی باقی اسلامی ممالک سے اضافی بلکہ کئی گنا زیادہ ہے۔ ۱۹۶۲ء میں ہند چینی جنگ کے دوران جب کشمیر میں ہماری افواج کو واک اوور مل سکتا تھا' امریکہ نے دوستی کی آڑ میں ہمارے حکمرانوں کو بے وقوف بنا کر بلکہ چمک سے اندھا کر کے یہ سنہری موقع ضائع کرا دیا۔ ۱۹۷۱ء میں پاکستان کے قتل میں بھی امریکہ خفیہ طور پر ملوث تھا۔ یہ الزام نہیں بلکہ اس وقت کے وزیر خارجہ اور صدر کے سلامتی کے مشیر ہنری کسنجر کا

ہمیں قرضوں میں پھنسائے رکھنے کا مقصد اپنی ڈکٹیشن قبول کروانا ہے

اعتراف ہے جو اس نے اپنی کتاب میں بعد ازاں کیا۔ ہم اپنے قارئین کو یہ سب کچھ اس لئے یاد دلا رہے ہیں کہ اب امریکی کانگریس کے ایک اہم رکن نے یہ اعلان کیا ہے کہ بھارت اس وقت تک علاقہ کی سپر پاور نہیں بن سکتا جب تک وہ پاکستان سے دوستی نہ کر لے یا پھر پاکستان کو تباہ و برباد نہ کر لے۔ امریکہ اور یورپ والوں کی واردات کا ایک طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی خبیث اور مکروہ خواہشات کا اظہار بھی کر لیتے ہیں اور اپنے حلیفوں کو کرنے کے اصل کام کی طرف اشارہ بھی دیتے ہیں اور راہنمائی بھی دیتے ہیں۔ ان کے تھنک ٹینک' ان کے تجزیات اور پیشین گوئیاں سب فراڈ اور خصوصی مقاصد کے حصول کے لئے جھوٹ اور صرف جھوٹ ہوتا ہے۔ یہ جھوٹی پیشین گوئیاں وہ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے موقع اور وقت کے مطابق استعمال کرتے ہیں۔ پاکستان جیسی قوم میں مایوسی پھیلا کر اپنے ہدف کی طرف بڑھتے ہیں اور عراق جیسے ملک کی عسکری صلاحیت کو خواہ مخواہ آسمان تک پہنچا کر اسے تباہ و برباد

حکومت داخلی سطح پر ایسی پالیسی بنائے جو نظریہ پاکستان سے مطابقت رکھتی ہوں

کرنے کا بہانہ بنا لیتے ہیں۔ یہ جو بھارت کو سبق پڑھایا گیا ہے کہ تم اس وقت تک علاقہ کی سپر پاور نہیں بن سکتے جب تک پاکستان کو دوست نہیں بنا لیتے یا اسے تباہ و برباد نہیں کر لیتے' بعض حضرات کے نزدیک بھارت کو پاکستان تباہ و برباد کرنے کا مشورہ دینا ہم سے دشمنی ہے اور پاکستان سے دوستی کر لینے کا مشورہ دینا ہم سے دوستی ہے۔ ہماری رائے میں یہ بہت بڑی خوش فہمی ہے۔ ظاہر ہے تباہ و برباد کر دینے کا مشورہ تو دشمنی ہے ہی لیکن دوستی بھی جس انداز میں کرنے کا مشورہ دیا جا رہا ہے وہ بھی کم دشمنی نہیں۔ وہ اس لئے کہ بھارت جب تک یہ پوزیشن حاصل نہیں کر لیتا کہ Containment of China policy میں اہم اور مرکزی رول ادا کر سکے اس وقت تک علاقہ کی سپر پاور بن نہیں سکتا یا سپر پاور کے طور پر تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اور بھارت کے اس مرکزی رول کے حصول کے راستے میں پاکستان حائل ہے کیونکہ پاکستان کھل کر چین کا ساتھ دے

رہا ہے۔اس نے گوادر کی بندرگاہ کی توسیع کا کام چین کے حوالے کر کے چین کو سنٹرل ایشیا کی ریاستوں سے رابطہ کے لئے راستہ دے دیا ہے اور اسی راستے سے اگر چین برما اور نیپال سے بحری روابط قائم کرتا ہے یا دوسرے الفاظ میں چین بھارت کے بحری گھیراؤ کی طرف قدم اٹھاتا ہے تو بھارت کو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔لہٰذا پاکستان کو بھارت کا ایسا دوست بننے پر مجبور کیا جائے جس میں وہ امریکی پالیسیوں پر عملدرآمد کرتے ہوئے چین کے گھیراؤ میں بھارت کا مددگار ثابت ہو۔یعنی بھارت سے دوستی چین سے دشمنی بن جائے اور بعدازاں پاکستان بھوٹان کی طرح بھارت کا دم چھلہ بن جائے۔یہ ہے اس دوستی کی حقیقت جس کا مشورہ دیا جارہا ہے۔

امریکہ پاکستان کے بارے میں ایسا ذلت آمیز رویہ اس لئے اختیار کر رہا ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے کہ پاکستان کی معاشی حالت وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بد سے بدتر ہوتی جارہی ہے۔امریکہ پاکستان کے حکمرانوں کو بتا رہا ہے کہ ڈیفالٹ کر جانے کی صورت میں بہت خوفناک بلکہ انتہائی سنگین نتائج برآمد ہوں گے جس سے پاکستان کا وجود قائم نہیں رہ سکے گا اور اس صورتِ حال کو مزید بدصورت انداز میں فوجی حکومت کو پروجیکٹ کرنے والی کالی بھیڑیں بیوروکریسی میں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔خود ہمارے وزیر خزانہ کا شاندار مستقبل ابھی تک عالمی مالیاتی اداروں سے وابستہ ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ماضی قریب کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ڈیفالٹ کر جانے سے دنیا کے مختلف ممالک پر کوئی قیامت نہیں ٹوٹی بلکہ حالیہ دور میں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے والا ملک سوویت یونین بدترین اقتصادی صورتِ حال سے دوچار ہوجانے کے باوجود ابھی تک اعلانیہ طور پر ڈیفالٹ نہیں ہوا تھا۔لہٰذا پاکستان کو جو دھمکایا اور خوفزدہ کیا جارہا ہے کہ اقتصادی طور پر ڈیفالٹ کر جانے سے اس کی موت واقع ہوجائے گی اور اس مسئلہ کا حل یہ ہے کہ ہماری سیاسی شرائط تسلیم کر کے ہم سے امداد حاصل کرتے جاؤ تا کہ ڈیفالٹ کر جانے کی مصیبت سے نجات حاصل کر سکو۔ دراصل ہمیں قرضوں کی دلدل میں پھنسائے رکھے جانے کی سازش ہے۔مقصد صرف یہ ہے کہ ہر وقت قسط لینے اور قسط ادا کرنے کے چکر میں ہماری سیاسی ڈکٹیشن کو قبول کرتے رہو۔ہم یہ نہیں کہنا چاہتے کہ ڈیفالٹ کر جانا کوئی بڑی مفید یا قابل فخر بات ہے یا اقتصادی مسائل کے حل کرنے کا باعزت نسخہ ہے البتہ معاشی لحاظ سے مکمل طور پر تباہ ہونے سے بچنے کا اب شاید یہی راستہ رہ گیا ہے۔حکومت پاکستان کو یہ اعلان نہیں کرنا چاہئے کہ وہ قرضے ادا نہیں کرے گی بلکہ صرف سود کی ادائیگی سے انکار کیا جانا چاہئے اور اس کے لئے پاکستان کے پاس بڑی معقول وجوہ ہیں جن کا پہلے کئی بار ذکر ہو چکا ہے۔اصل زر کی واپسی کے بارے میں حکومت پاکستان کو یہ اعلان کرنا چاہئے کہ مختلف قرض خواہ ممالک اور عالمی مالیاتی ادارے ہم سے افہام وتفہیم کے ذریعے ایسا طریقہ کار وضع کرلیں جس سے ہم جلد از جلد ان کا قرض اتار سکیں اور خود پاکستان بھی اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے۔حکومت کو یہ بات سمجھنی چاہئے کہ قرضوں کی ری شیڈولنگ مسئلہ کا حقیقی حل نہیں بلکہ یہ صورتِ حال کو مزید بگاڑ دے گی۔حکومت کو بیک وقت ملک کی اقتصادی حالت کو بھی بہتر بنانا ہے اور ان امریکی فرمودات سے بھی بچنا ہے جن کے ذریعے وہ چین سے ہمارے تعلقات بگاڑنا چاہتا ہے۔

امریکی پابندیاں ختم کرانے کے لئے بے چین ہماری حکومت کو یہ سوچنا چاہئے کہ پاکستان نے فوجی ساز وسامان پر پابندی ہی کی برکت سے ایٹمی صلاحیت حاصل کی تھی۔ جاپان بھی اسلحہ سازی کی امریکی پابندیوں کی وجہ سے اکنامک سپر پاور بنا۔ہم دعا کرتے ہیں کہ امریکہ نہ صرف موجودہ فوجی اور اقتصادی پابندیاں قائم رکھے بلکہ مزید یہ کہ سیاسی' سماجی بالفاظ دیگر ہر شعبہ میں تمام ممکنہ پابندیاں عائد کر دے تاکہ ہمارے لئے محنت اور ترقی کے تمام راستے کھل سکیں!

حکومت جس طرح خارجی سطح پر دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آزاد پالیسی اپنانے کی کوشش کر رہی ہے اسی طرح داخلی سطح پر بھی ایسی پالیسیاں اپنائے جو نظریہ پاکستان سے مطابقت رکھتی ہوں اور جن سے پاکستان کا اسلامی تشخص عالمی سطح پر بالکل واضح ہوجائے۔حقیقت یہ ہے کہ خارجی اور داخلی سطح پر پالیسیاں ترتیب دیتے ہوئے حکومت تضاد کا شکار نظر آتی ہے۔خارجہ پالیسی میں انداز ڈٹ جانے کا بلکہ جارحانہ نظر آتا ہے جبکہ داخلی سطح پر خصوصاً سماجی معاملات میں حکومت نے معذرت خواہانہ انداز اختیار کیا ہوا ہے اور وہ مغربی معاشرے کی چمک دمک سے مرعوب نظر آتی ہے۔وہ سوچے سمجھے بغیر خواتین کی بہت بڑی اکثریت کو سیاست میں دھکیل رہی ہے۔ہم حکومت کو اپنی اس پالیسی پر نظرثانی کی دعوت دیتے ہیں۔ہمارا معاشرہ مغربی معاشرے سے بہت مختلف ہے۔کہیں ایسا نہ ہو کہ کوا چلے ہنس کی چال اور اپنی چال بھی بھول جائے۔نقل کے لئے عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔ہمیں داخلی سطح پر بھی پالیسیاں ترتیب دیتے وقت اپنے دین کے تقاضے اور معاشرے کے رجحان کو سامنے رکھنا ہوگا۔ہم اگر اپنے دین کے ساتھ چمٹ جائیں اور انفرادی اور اجتماعی سطح پر اسے اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیں تو ہماری دشمنی میں بھارت کو امریکہ کے مشورے کچھ کام نہیں آئیں گے اور ہم دنیا و آخرت میں سرخرو ہوں گے۔ان شاء اللہ!

طالبات کے لئے ایف اے اور بی اے کی تعلیم کا جدید ادارہ

طُوبیٰ گرلز کالج لاہور

ایف اے سال اول / دوم میں داخلے جاری ہیں

- بہترین محل وقوع
- تجربہ کار اور کوالیفائڈ ٹیچنگ سٹاف
- جملہ تدریسی آلات سے مزین
- ماڈرن کمپیوٹر لیب اور کمپیوٹر کی لازم تعلیم بلا اضافی فیس
- اسلامی تعلیمات اور نظریہ پاکستان کے فروغ پر خصوصی توجہ
- کشادہ لائبریری ہال o باپردہ اور پاکیزہ ماحول o خوبصورت اور کشادہ عمارت
- تفریح کے لئے ان ڈور اور آؤٹ ڈور کھیلوں کی سہولت اور صاف ستھری کینٹین

اقتدار احمد ویلفیئر ٹرسٹ کے زیر اہتمام طوبیٰ گرلز کالج کا قیام فروغ تعلیم اور کردار سازی کو ایک مقدس مشن سمجھتے ہوئے عمل میں لایا گیا ہے۔طوبیٰ گرلز کالج میں اسلامی نقطۂ نگاہ سے بچیوں کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے کہ جنہیں آنے والی نسل کی تربیت کا فریضہ سرانجام دینا ہے۔

مزید معلومات کے لئے کالج کا پراسپکٹس حاصل کریں

طوبیٰ گرلز کالج لاہور 78 سیکٹر اے ون۔ٹاؤن شپ لاہور

فون: 5114581 e-mail:toobacollege@ hotmail.com

پاکستان ـــــ ایک منفرد خطۂ زمین

مختار حسین فاروقی

اسلامی جمہوریہ پاکستان جو اگست ۴۷ء میں منصۂ شہود پر آیا انسانی تاریخ میں ایک ''بے مثل'' اور ''بے مثال'' ملک تھا' اگرچہ اپنی کوتاہیوں اور بدعملیوں کی پاداش میں ہم نے (آبادی کے لحاظ سے) ملک کا بڑا حصہ گنوا دیا۔ اس سزا کا مزید دل خراش پہلو یہ تھا کہ اگر ہمارا مشرقی حصہ علیحدگی کے بعد مشرقی پاکستان کے نام سے الگ ملک رہتا تو غنیمت تھا کبھی متحد ہونے کا بھی امکان رہتا مگر اس نے پاکستان کا نام بھی برقرار رکھنا گوارہ نہ کیا اور جمہوریہ بنگلہ دیش بن گیا۔ تاہم مسلمانانِ برصغیر کے امتحان کے لئے رقبے کے لحاظ سے بڑا حصہ اب بھی ''موجودہ'' پاکستان کے نام سے دنیا کے نقشے پر موجود ہے۔

٭ اس خطۂ ارضی کی بہت سی خصوصیات ہیں جو قارئین کے علم میں ہوں گی تاہم ان سطور میں راقم صرف ایک اہم خصوصیت کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہے۔

اسلام نبی اکرم ﷺ کی آمد پر مکہ سے شروع ہوا اور بالآخر ۲۳ سالوں میں جزیرہ نمائے عرب پر غالب ہوگیا۔ مکہ جہاں اللہ کا گھر ''بیت اللہ'' اور ''مسجد حرام'' موجود ہے اس امت کا مرکز ہے۔ اس مرکز سے دورِ نبویؐ دورِ خلافت راشدہ' دورِ بنو اُمیہ وہ ہم مرکز دائروں کی مانند ہیں جس میں اسلام کی تعلیمات اور مسلمان امت پھیلتی چلی گئی۔

٭ اسی حقیقت کو قرآن مجید میں سورہ جمعہ کی آیت ۳ میں ﴿و اخرین منهم لما يلحقوا بهم﴾ کے الفاظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

شہر مکہ کی عظمت بیت اللہ کی وجہ سے ہے۔ اس کا نقشہ کچھ یوں ہے: (دیکھیے سامنے دیا گیا نقشہ)

اس بیت اللہ کی عظمت و ہیبت اور جاہ و جبروت کے کیا کہنے! اللہ کی شان یکتائی کا مظہر ہے۔ اس گھر میں سب سے بابرکت جگہ ملتزم ہے یعنی بیت اللہ کے حجر اسود والے کونے سے لے کر دروازے کے ساتھ والی جگہ جو مقام ابراہیم کے سامنے ہے' تک۔ عمرہ اور حج کی سعادت حاصل کرنے والے جانتے ہیں کہ اسی جگہ دعاؤں کی قبولیت کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ اسی ملتزم کی جگہ کو نہایت اہمیت حاصل ہے اور لوگ یہاں نوافل ادا کرتے ہیں۔ اسی طرف چاہ زمزم ہے زائرین کی کوشش ہوتی ہے کہ نماز میں اسی طرف جگہ ملے۔ ان نقشوں اور ساری تفصیل کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان اپنے محل وقوع کے اعتبار سے عین ملتزم کے سامنے واقع ہے اور ہم مسلمانانِ پاکستان کی عظیم اکثریت کو شاید احساس نہ ہو۔ جب ہم نماز میں سجدہ کرتے ہیں۔ تو عین ملتزم کے سامنے یعنی حجر اسود اور دروازے کے پاس والی جگہ۔ گویا اس خطۂ زمین میں بیٹھے ہوئے بھی ملتزم کے سامنے موجود ہیں۔

پاکستان کا خطہ ـــــ قرونِ اولیٰ کے بعد اسلام کے زیرنگین آنے والا مسلم آبادی کی اکثریت والا وہ خطہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بے شمار دیگر فضائل کے ساتھ ساتھ یہ واقعی اور Down to the ground فضیلت بھی عطا فرمائی ہے جو افغانستان کے مشرقی نصف حصے کے علاوہ شاید کسی اور علاقے کو حاصل نہ ہو۔

قارئین اسی سے اندازہ فرمالیں کہ یہ خطہ اللہ تعالیٰ نے بڑی منصوبہ بندی سے خاص کر کے اسلام کی سربلندی کے لئے ہمیں عطا فرمایا ہے اور اس کا اسلام کے نام پر وجود میں

باقی صفحہ ۱۱ پر

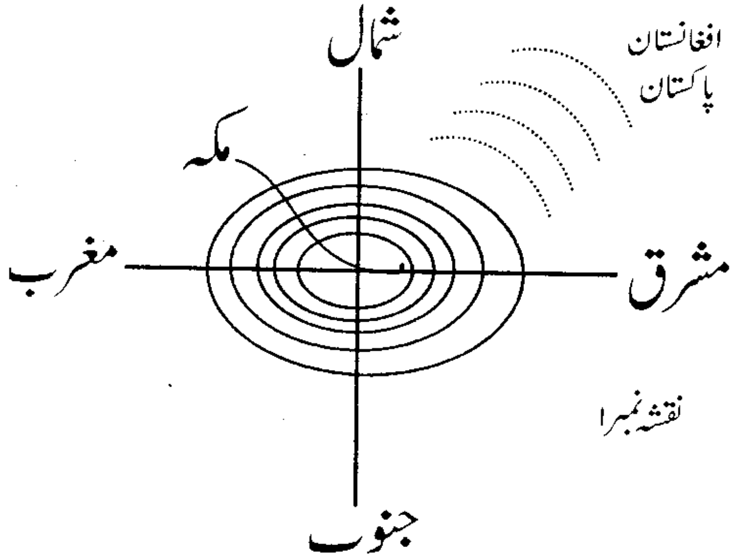

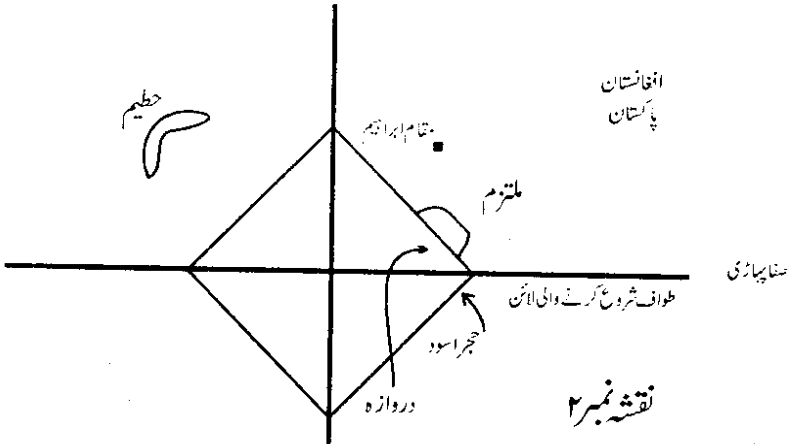

یوم آزادی کی تقریبات اور ہم

کسی بھی قوم کے لئے آزادی ایک بہت بڑی نعمت ہوتی ہے۔ آزادی کی قدر و منزلت فلسطین کے مسلمانوں سے پوچھیں' چیچنیا کے مجاہدوں سے دریافت کریں یا پھر ان قبروں پر ایک نظر ڈال لیں جو مقبوضہ کشمیر میں جنگلی پھولوں کی مانند اگ رہی ہیں۔ پاکستان کے ایک آزاد اور خود مختار مملکت ہونے کے باعث آج ہمیں اقوام عالم میں بالکل برابری کا مقام حاصل ہے اور ہم دنیا کی ہر قوم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انتہائی اعتماد کے ساتھ بات کر سکتے ہیں۔ اپنی منزل کے تعین اور اس تک پہنچنے کے راستے کے انتخاب کے لئے ہم کسی بھی قوم کے اشارۂ ابرو کے محتاج نہیں ہیں۔ دنیا کی کوئی قوم اور طاقت خواہ وہ اپنی بڑائی اور ہیبت کا کتنا ہی زعم رکھتی ہو، آئینی اعتبار سے صرف اور صرف برابری ہی کی سطح پر ہم سے معاملہ کر سکتی ہے۔ ہم اپنے آزاد وطن میں جو کھائیں' جو پہنیں' جیسے رہیں اور چاہے غربت ہمارا مقدر ہو یا امارت ہماری قسمت، دنیا میں جو شرف و عزت ہم کو بطور ایک آزاد وطن کے باسی ہونے کے حاصل ہے اس میں سر مو فرق نہیں آ سکتا کیونکہ اقوامِ عالم میں ہمارے قد کاٹھ اور ہماری سربلندی کا تعین ہماری آزادی کرتی ہے' خوش حالی یا مفلوک الحالی نہیں! لیکن ہم' جنہوں نے یہ آزادی حاصل کی تھی' اپنی دینی اقدار کے نفاذ کے بجائے لہو و لعب میں پڑ کر ان دینی اقدار ہی کو قطعی فراموش کر بیٹھے ہیں۔ علامہ اقبال کے حسین خواب کی تعبیر اور قائد اعظم کی آرزوؤں کے چمن میں آ کر ہم خواب غفلت میں کھو گئے اور اپنے پیارے وطن کو دنیا میں ایک ایسے پلیٹ فارم کے طور پر متعارف کرانے کے بجائے کہ جس پر کھڑے ہو کر نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر تمام عالمِ اسلام متحد ہو سکتا تھا ہم مسلسل یہود' ہنود اور نصاریٰ کی طرف سے پھینکے گئے ذہنی محکومی کے جال میں جکڑے ہوئے ہیں۔

گزشتہ برس بنگلہ دیش کے یوم آزادی کے موقع پر امریکہ نے اپنے مقبول ہفت روزہ ''ٹائمز'' میں حاشیہ آرائی کی تھی کہ ''آج بنگلہ دیش اس قوم سے آزادی کا جشن منا رہا ہے جو ہرگز نہیں جانتی کہ آزادی کیا ہے''۔ قیامِ پاکستان کو اب ۵۴ سال ہو گئے ہیں۔ ۵۴ سال پہلے ہم اس ہندو قوم سے آزاد ہوئے تھے جس کے بازاروں اور قصبوں میں مسلمانوں کی دکانیں چراغ لے کر ڈھونڈنا پڑتی تھیں اور جہاں آباد مسلمانوں کو ہندوؤں کی دوکانوں اور سبیلوں سے بانس کی نلکی کے ذریعے پانی پلایا جاتا تھا۔ اگر کوئی مسلمان اتفاقاً کسی ہندو سے چھو جاتا تھا تو اس ہندو کے لئے نہانا لازم ہو جاتا تھا۔ دورانِ ملاقات' ہندو مسلمانوں کے ساتھ شاذ ہی مصافحہ کرتے تھے۔ اور آج پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھئے کہ امریکہ میں آباد پاکستانی مسلمان جب یومِ آزادی کی تقریبات مناتے ہیں تو ہندوؤں کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے گھومتے ہیں۔ ان تقریبات کی رونق بڑھانے کے لئے ہندو خاص طور پر مدعو کئے جاتے ہیں۔ ہندو خواتین کو مہمانِ خصوصی ہونے کا شرف بخشا جاتا ہے اور یہ خواتین اپنی تقاریر میں حاضرین سے پُرزور اپیل کرتی ہیں کہ پاکستانی خواتین کو ''آزادی'' دلائی جائے۔ پاکستانی لڑکیاں ہندو لڑکوں کے ساتھ شادیاں کرتی ہیں۔ ان

رعنا ہاشم خان

شادیوں میں دولہا' دولہن اور ان کے گھرانوں کے دینی جذبات کا ''خیال'' اس طرح رکھا جاتا ہے کہ نہ پھیرے لگائے جاتے ہیں اور نہ ہی نکاح پڑھایا جاتا ہے بلکہ کورٹ سے صرف میرج لائسنس لے لیا جاتا ہے۔ یوں اپنی آزادی کے ۵۴ سال بعد بھی ہم بدستور ہندو کی حکمرانی کا مزا چکھ رہے ہیں۔ پچھلے ۱۶ سال سے یہاں کی پاکستانی کمیونٹی امریکہ کے تمام بڑے شہروں میں انتہائی تزک و احتشام کے ساتھ یومِ آزادیٔ پاکستان مناتی ہے۔ پاکستان جس کا مطلب ہے پاک سرزمین' اس کے اہم ترین دن کو منانے کے لئے پاکستان سے بڑی تعداد میں ثقافتی طائفے اور میوزیکل گروپ امریکہ بلائے جاتے ہیں۔ آزادی کے نام پر سجائے گئے سٹیج پر یہود' ہنود اور نصاریٰ کی ذہنی غلامی میں جکڑی امریکن پاکستانی کمیونٹی کا رقصِ ابلیس پوری پوری رات جاری رہتا ہے۔ اس کے علاوہ ہر سال پاکستان ڈے پریڈ منعقد ہوتی ہے۔ گروپ بندی کی قومی عادت کے باعث چونکہ یہاں بھی پاکستانی کئی گروپس میں بٹ چکے ہیں لہٰذا واشنگٹن' شکاگو اور نیویارک کی پریڈ کمیٹی بھی کئی کئی گروپس پر مشتمل ہے۔ اس لئے ہر سال پریڈ سے پہلے امریکی عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹائے جاتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ اس بات کا فیصلہ کر دیں کہ اس سال شرف پریڈ کس گروپ کے اعزاز میں آئے گا۔ یوں ہم پاکستانی جو امریکہ میں دنیا کی واحد اسلامی ایٹمی طاقت کے سفیر کی حیثیت رکھتے ہیں' اپنے وطن کی تمام آن بان کو اپنی لغو حرکتوں اور بے مقصد میلوں، پریڈوں اور شوز پر قربان کر دیتے ہیں۔ ہم نے اس بات کو آج تک سمجھا ہی نہیں کہ پاکستان کا قیام دنیا کے لئے چیلنج اور ایک انوکھا تجربہ ہے جس کی کامیابی کے لئے ہمیں خاص اہتمام کی ضرورت ہے۔ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی جہدِ مسلسل اور صبر کے نتیجے میں ایک میٹھے پھل کی صورت میں حاصل ہونے والی خداوندِ ذوالجلال والاکرام کی یہ نعمتِ عظمیٰ اسلام کا قلعہ بنائے جانے کی مستحق ہے۔

ہماری تمام تر بداعمالیوں کے باوجود پاکستان کا دنیا کی ساتویں اور عالمِ اسلام کی پہلی ایٹمی طاقت بن جانا اس بات کا ٹھوس ثبوت ہے کہ پاکستان کی تخلیق بے مقصد نہیں۔ ان ۵۴ برسوں میں ہم نے پاکستان سے بہت کچھ حاصل کیا ہے۔ اس ملک نے دیارِ غیر میں ہم کو شناخت دی ہے اور ایک آزاد وطن کے آزاد شہری ہونے کے فخر سے نوازا ہے۔ اب ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم اس کو کچھ دیں۔ امریکہ میں آباد جو پاکستانی یہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان ان کی ذمہ داری نہیں' ان کو یومِ پاکستان کی تقریبات منانے کا بھی کوئی حق نہیں۔ لیکن اگر یہ ملک آپ کے لئے کوئی معنی رکھتا ہے تو اس میں مثبت تبدیلیوں اور قرآن و سنت کے احکامات کی بالادستی کے لئے قدم بڑھائیں۔ یہ قدم چاہے ایک پڑھے لکھے جاہل کو ٹریفک کے اصول سکھانا ہو' اخبارات و جرائد میں علمی قسم کے مضامین تحریر کرنا ہو، دینی و مذہبی جماعتوں میں شمولیت اختیار کرنا ہو یا رفاہی اور تعلیمی اداروں کی مالی معاونت ہو' لیکن اب یہ قدم اٹھ جانا چاہئے۔ ہر وہ پاکستانی جو دنیا میں خواہ کہیں بھی ہو' اگر مثبت انداز سے اپنے اسلامی تشخص کے ساتھ کچھ کرنے کی اہلیت رکھتا ہے تو وہ پاکستان کا سرمایہ ہے۔ یہودیوں نے امریکہ میں آباد ہو کر بہت کچھ کر دکھایا۔ ان ہی کے باعث آج اسرائیل دنیا کی صنعتی' تجارتی اور فوجی قوت ہے جبکہ ہم محض یومِ آزادی کی تقریبات منا رہے ہیں۔ حصولِ پاکستان کا مقصد اسی دن حاصل ہو سکے گا جس دن پاکستان کے طول و عرض میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی حکمرانی قائم ہوگی۔ اس مشن کی تکمیل تمام دنیا میں موجود پاکستانیوں کی اولین ذمہ داری ہے۔

انتقال پُرملال

ندائے خلافت کے ادارتی معاون جناب محمد یونس جنجوعہ کے بہنوئی حاجی ہدایت اللہ نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ میں انتقال کر گئے ہیں۔ احباب اُن کی مغفرت کے لئے دعا فرمائیں۔ اللھم اغفر لہ و ارحمہ و ادخلہ فی رحمتک و حاسبہ حساباً یسیرا

”تیسیر القرآن“ ..... ایک معتبر ترجمہ و تفسیر

تبصرہ نگار : ڈاکٹر صہیب حسن عبدالغفار — رئیس جمعیۃ القرآن (لندن)

تفسیر: تیسیر القرآن (اردو مکمل)
مترجم: مولانا عبدالرحمٰن کیلانی
حاشیہ: انجینئر حافظ عتیق الرحمٰن کیلانی
سائز: ۱۷x ۲۴سم / پاکٹ سائز ۱۴x۲۱ سم
ملنے کا پتہ: المصباح ڈسٹری بیوٹرز ۱۴۰۹ اے عقب بی بلاک رحمان پورہ لاہور۔ فون: ۷۵۶۴۵۴۲

تیسیر القرآن کا ایک سرسری مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مذکورہ ترجمہ و تفسیر کئی امتیازی اوصاف کا حامل ہے۔ مثلاً یہ کہ:

(الف) قرآن کی آیات کا ترجمہ مشہور و معروف عالم دین، متعدد تحقیقی کتابوں کے مصنف مولانا عبدالرحمٰن کیلانی“ کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ مولانا نے نہ صرف ترجمے میں سلاست زبان کو برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے بلکہ حتی الامکان آسان الفاظ کے انتخاب کی کوشش بھی کی ہے۔ اس سرسری مطالعہ میں چند ایسے مقامات میری نظر سے گزرے جہاں انہوں نے لفظی ترجمہ سے زیادہ مفہوم کو ادا کیا ہے جس سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن ایسے مزید مقامات کی نشاندہی ایک تفصیلی مطالعہ کی متقاضی ہے۔

(ب) مولانا کے لائق و فائق صاحبزادے حافظ عتیق الرحمٰن کیلانی نے اس ترجمہ قرآن پر مختصر حواشی تحریر کئے ہیں جو دیگر کئی تفاسیر کے علاوہ مولانا ہی کی غیر مطبوعہ تفسیر سے اخذ کئے گئے ہیں اور ان حواشی میں احادیث نبویہ سے بکثرت استشہاد کیا گیا ہے اور یہ بات بخوبی کہی جا سکتی ہے کہ یہ تفسیر اس لحاظ سے تفاسیر ماثورہ میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ حافظ صاحب نے عقائد اور صفات الٰہی کے باب میں سلف صالحین کی بھرپور نمائندگی کی ہے اور معاشرہ میں پھیلی ہوئی مشرکانہ رسومات اور بدعات کی مختلف مقامات پر بوضاحت تردید کی ہے۔

(ج) حافظ صاحب کا ایک نمایاں اضافہ جدید معلومات کے ضمن میں ہے۔ انہوں نے جابجا ان آیات کو جن کا مفہوم سائنسی اکتشافات یا توجیہات کی روشنی میں مزید نکھر سکتا تھا، اپنی جولانی قلم کا نشانہ بنایا ہے اور اس لحاظ سے ایک اچھوتا کام سرانجام دیا ہے۔ مثلاً سورہ انبیاء اور سورہ ذاریات کے حواشی میں کائنات کی ابتداء اور کائنات میں ہر لحظہ توسیع کے نظریہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور اسی طرح سورہ نباء اور دیگر کئی سورتوں میں پہاڑوں کی اس خصوصیت کا تذکرہ کیا ہے جس کا تعلق زمین میں توازن قائم رکھنے سے ہے۔ سورۃ العلق میں ناصیہ (پیشانی) کی ایک ایسی خصوصیت کا اظہار کیا ہے جو متعلقہ آیت میں اس لفظ پر پوری طرح صادق آتی ہے۔ تاہم اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ قرآنی آیات کی تائید میں سائنس کے ثابت شدہ حقائق کو تو پیش کیا جا سکتا ہے لیکن صرف نظریات کے پیش کرنے میں احتیاط ملحوظ رہنی چاہئے کیونکہ ان میں تبدیلی کا امکان رہتا ہے۔

بہرصورت یہ ترجمہ و مختصر تفسیر قرآن انتہائی عمدہ طباعت اور جاذب سرورق کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اسے قبول عام عطا فرمائیں اور مترجم اور محشی دونوں کے لئے اسے توشۂ آخرت بنائیں۔

بقیہ : دعوت فکر

آنا اور اس کا نام ”پاک سرزمین“ ہونا اور اس کے مرکزی شہر کا نام ”اسلام آباد“ صرف حسن اتفاق نہیں ہے بلکہ دست فطرت نے اس کی حنابندی بڑی دیکھ بھال کے بعد اور کسی بڑے مقصد کے پیش نظر فرمائی ہے۔

یہ کیفیت تو صرف بیت اللہ کی زیارت سے مشرف حضرات ہی محسوس کر سکتے ہیں کہ جب ہم نماز میں سر رکھیں تو ہمارا سر گویا کہ بیت اللہ کی دہلیز پر رکھا ہوتا ہے۔ ع

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

اب چونکہ ہر فضیلت (Privilege) کسی ذمہ داری (Responsibility) کا نتیجہ یا اس کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا ہم مسلمانانِ پاکستان کو اس خطہ کی عظمت کو واقعی اس کا شایانِ شان مقام دلانے کے لئے نظام خلافت کے قیام کی کوششیں تیز تر کرنا ہوں گی تا کہ پورے عالم کے لئے مثال بن سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیاوی وسائل سے بھی مالا مال کر دیا ہے اور ایٹمی طاقت (واحد مسلم قوت) بھی بنا دیا ہے تو کیا عجب ایک جست اور لگائیں اور نفاذ اسلام کا بیڑا اٹھالیں تو یہ مرحلہ بھی سر ہو جائے گا۔ بقول شاعر ۔

موسم اچھا پانی وافر مٹی بھی زرخیز
جس نے اپنا کھیت نہ سینچا وہ کیسا دہقان

اللہ تعالیٰ ہمیں اس خطے کو کرۂ ارضی پر ایک مثالی اسلامی جمہوری ریاست کے طور پر بنا کھڑا کرنے کی توفیق کی ارزانی فرمائے۔ آمین

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی کے

ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس

میں داخلے کے لئے طالبانِ علم سے درخواستیں مطلوب ہیں:

سیشن 02-2001ء کے داخلے کا شیڈول ان شاء اللہ حسب ذیل ہوگا:

- داخلہ فارم جمع کرانے کی آخری تاریخ 26 اگست 2001ء ہے۔
- داخلہ کے لئے انٹرویو 31 اگست 2001ء کو قرآن اکیڈمی میں لاہور میں ہوں گے۔ (شرکاء کی سہولت کے پیش نظر داخلہ فارم بروقت جمع نہ کرانے والوں کو براہِ راست انٹرویو میں شریک کیا جا سکے گا)
- کورس کا باقاعدہ آغاز یکم ستمبر 2001ء سے ہو جائے گا۔ پہلے روز تعارفی نوعیت کی کلاس ہوگی، باقاعدہ تدریس کا آغاز ان شاء اللہ سوموار 3 ستمبر 2001ء سے ہوگا۔

کورس کا تفصیلی پراسپکٹس

جس میں داخلے سے متعلق ضروری معلومات کے علاوہ کورس میں شامل مضامین کی تفصیل، طریق تدریس اور نظام الاوقات کی وضاحت بھی شامل ہے، درج ذیل پتے سے حاصل کریں:

ناظم ایک سالہ کورس، 36۔ ماڈل ٹاؤن، لاہور (فون: 03-5869501)

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد (شمالی) کا سود کے خلاف مظاہرہ

۳۰ جون کو دیر میں تنظیم اسلامی حلقہ سرحد (شمالی) کی سہ ماہی مجلس مشاورت منعقد ہوئی جس میں یکم جولائی کو دیر شہر میں ایک مظاہرے کا پروگرام مرتب کیا گیا۔ مظاہرے کے لئے ساڑھے دس بجے تک تمام رفقاء و احباب تنظیم اسلامی دیر کے دفتر پہنچ گئے۔ امیر حلقہ نے مختصر سی ہدایات دیں اور ان پر سختی سے عمل کرنے کا حکم دیا۔ سوا گیارہ بجے ۴۵ رفقاء و احباب پر مشتمل قافلہ امیر حلقہ کی قیادت میں روانہ ہوا۔ تمام رفقاء و احباب کو ایک قطار میں کھڑا کر دیا گیا۔ دو رفقاء کو مظاہرین سے آگے رہ کر ہینڈ بل تقسیم کرنے کی ہدایت کی گئی۔ قافلے نے مین بازار کے شروع میں دس منٹ کے لئے قیام کیا۔ اس کے بعد مظاہرین دوبارہ روانہ ہوئے۔ بازار شرقی سے گزرتے ہوئے جنرل بس سٹینڈ پر پہنچ کر جی ٹی روڈ کا رخ کیا گیا۔ پھر چترال روڈ کے آخری حصے سے مین بازار کی طرف چل پڑے اور بازار کے عین چوک میں یہ قافلہ رک گیا۔ یہاں خاموشی سے اپنے اپنے بینرز اور ٹی بورڈ کو سامنے رکھ کر تقریباً پندرہ منٹ مظاہرہ کیا گیا۔ ساڑھے بارہ بجے تمام رفقاء صحیح سلامت اپنے دفتر پہنچ گئے۔ اس مظاہرے کی قیادت امیر حلقہ سرحد (شمالی) جناب اظہر بختیار خلجی نے کی جبکہ ان کی معاونت جناب غلام اللہ خان حقانی اور راقم نے کی۔

(رپورٹ: سعید اللہ خان)

تنظیم اسلامی لاہور (جنوبی) کے زیر اہتمام ماہانہ "دعوت فورم"

تنظیم اسلامی لاہور (جنوبی) کے ماہانہ دعوت فورم کی ماہ جولائی کی نشست کا موضوع "اسلام اور امن عالم" تھا۔ یہ تقریب تنظیم اسلامی کے ناظم اعلیٰ جناب ڈاکٹر عبدالخالق کی زیر صدارت ۲۰ جولائی بروز جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب منعقد ہوئی۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض راقم نے انجام دیئے۔ محترم جناب سرفراز احمد خان (ممبر سی بی آر) نے اپنے خصوصی خطاب میں موضوع کو نظریاتی اور عملی طور پر بیان کرتے ہوئے کہا کہ توحید پر ایمان اس کائنات کا فطری تقاضا ہے جبکہ اس کی عملی شکل رسالت کے ذریعہ سمجھ میں آتی ہے کہ حکمرانی کا اختیار صرف اللہ رب العزت کو حاصل ہے اور انسان بطور خلیفہ اس حق کو استعمال کرے گا۔ اسلام سرمایہ دارانہ نظام اور کمیونزم کے درمیان اعتدال کی راہ پیش کرتا ہے۔ اسلامی قانون وراثت پر عمل کرنے سے بڑی سے بڑی جاگیر تین پشتوں میں تقسیم کے بعد ختم ہو جائے گی۔ اسلام بے لگام معاشی دوڑ کا حامی نہیں۔ اس میں غریبوں، مسکینوں، یتیموں کا بھی حق ہے۔

پروگرام کے دوسرے مقرر تنظیم اسلامی شمالی امریکہ کے رفیق جناب محمد علی تھے جو رجوع الی القرآن کورس میں شرکت کے لئے امریکہ سے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ دنیا کا امن انسان کے داخلی سکون و اطمینان کے بغیر ممکن نہیں۔ سورۃ الحجرات میں اسلامی معاشرت اور مسلمان ریاست کے بہت اہم اور بنیادی امور زیر بحث آئے ہیں۔ ایک جانب افواہوں کی روک تھام، جھگڑوں سے احتراز و اجتناب کا حکم نہایت سختی سے آیا ہے تو دوسری طرف تمسخر و استہزاء، تجسس و سوئے ظن اور غیبت اور بدگوئی سے بھی روکا گیا۔ سورۃ الحدید میں انبیاء و رسل کے بھیجے جانے کا مقصد امن و انصاف کا قیام بیان ہوا ہے جبکہ آلاتِ حرب و ضرب کا اصل منشا مجرموں کی سرکوبی کرنا ہے تاکہ عدل و انصاف قائم ہو۔ اسلام کی آفاقی دعوت فرد و اجتماعیت، سرمایہ و محنت اور مرد و زن کے حقوق میں توازن کا نام ہے۔

پروگرام کے آخر میں جناب ڈاکٹر عبدالخالق نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ مسلمانوں میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والا لفظ "السلام علیکم" ہے جس کے معنی "سلامتی" ہیں جبکہ ہم اس کے مفہوم سے نابلد ہیں۔ ہم دنیا کے لئے کیسے امن و سلامتی کا باعث بن سکتے ہیں جبکہ سب سے زیادہ فساد مسلم ممالک ہی میں ہے۔ خود ہمارے ملک میں عبادت بھی ہتھیاروں کے سائے تلے ہوتی ہے۔ جب تک کسی ایک خطۂ ارضی پر نظامِ عدل اجتماعی کا قیام نہیں ہو جاتا، دنیا اسلام کی برکات سے بہرہ ور نہیں ہو سکتی۔ ہم سب کا یہ فرض ہے کہ مملکتِ خداداد پاکستان میں نفاذ اسلام کے لئے اپنا تن من دھن لگا دیں۔

(رپورٹ: اعجاز احمد خان)

اسرہ چشتیاں کے زیر اہتمام ماہانہ شب بسری

۲۹ جولائی کو بعد نماز مغرب مسجد گرڈ سٹیشن چشتیاں میں ماہانہ شب بسری کا پروگرام ہوا۔ پروگرام کا آغاز تنظیم اسلامی حلقہ بہاول نگر کے امیر جناب محمد منیر احمد کے درس قرآن سے ہوا جس کا موضوع "ایمان حقیقی کے ثمرات" تھا۔ اس ضمن میں سورۃ التغابن کا دوسرا رکوع تلاوت کیا گیا۔ جناب محمد منیر احمد نے اس بات کی وضاحت فرمائی کہ بندہ مومن کی زندگی جہاد سے کبھی خالی نہیں ہوتی اور وہ ہر حالت میں جہاد کر رہا ہوتا ہے۔ درس قرآن میں اسرہ چشتیاں کے رفقاء کے علاوہ شہر کے بہت سے دوسرے افراد نے بھی شرکت فرمائی جن کی تعداد تقریباً سو کے قریب تھی۔

عشاء کی نماز کے بعد شب بسری کے ناظم جناب محمد ذوالفقار نے درسِ حدیث دیا جس میں رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے حوالہ سے یہ وضاحت فرمائی کہ ایک مسلمان کی زندگی ہر طرح کے شرک سے پاک ہونی چاہئے۔ درس حدیث کے بعد جناب امانت علی نے نماز کے فرائض بیان کئے۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ساتھیوں کا آپس میں تعارف کروایا گیا کیونکہ اس دفعہ شب بسری میں چشتیاں کے علاوہ بہاول نگر، بورے والا، ہارون آباد اور کچھی والا سے بھی رفقاء نے شرکت فرمائی۔ اس کے علاوہ دو نئے ساتھی جناب محمد ایوب اور شاہد محمود ڈاہرانوالا سے بھی تشریف لائے۔ اس پروگرام سے متاثر ہو کر انہوں نے ڈاہرانوالا میں بھی درسِ قرآن شروع کروانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ صبح تین بجے نماز تہجد ادا کی گئی اور پھر نماز سننے کا مذاکرہ ہوا۔ نماز فجر کے بعد بہاول نگر کے رفیق جناب محمود اسلم نے درسِ قرآن دیا، جس کے بعد رفقاء کی واپسی شروع ہو گئی۔

رپورٹ ملتزم تربیت گاہ میاندم (سوات)

اس بار مبتدی و ملتزم تربیت گاہ کے لئے سوات کے ایک صحت افزاء مقام میاندم کا انتخاب ہوا۔ بائیس جولائی کو صبح ہی سے رفقاء تربیت گاہ میں پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ چنانچہ لاہور، گجرات، گوجرخان، راولپنڈی، تیمر گرہ، باجوڑ، نوشہرہ، صوابی وغیرہ سے رفقاء کی آمد عصر تک مکمل ہو گئی۔

تربیت گاہ میں مرکزی ناظم تربیت جناب چوہدری رحمت اللہ بٹر، تنظیم اسلامی حلقہ سرحد (شمالی) کے امیر جناب بختیار احمد خلجی اور تنظیم اسلامی حلقہ سرحد (جنوبی) کے امیر جناب میجر (ر) فتح محمد موجود تھے۔ مغرب کے بعد رفقاء کا عمومی تعارف ہوا اور ناظم تربیت نے رفقاء کو ہفتہ بھر کے پروگرام سے آگاہ کیا۔

تربیت کے دوران روزانہ تہجد کے لئے رفقاء کو جناب چوہدری رحمت اللہ بٹر اٹھاتے۔ تہجد کے بعد فجر کی نماز تک دعائیں یاد کروائی جاتیں، نماز بامعانی پڑھائی جاتی اور نماز کی تصحیح کروائی جاتی۔ طے ہوا کہ ہر رفیق ایک نماز کی امامت کروائے گا۔ نماز کے بعد ناظم تربیت اصلاح کرتے اور درسِ حدیث دیتے۔ فجر کے بعد کوئی رفیق درسِ قرآن دیتا۔ ناشتہ کے بعد لیکچرز کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ ان میں عبادتِ رب، شہادت علی الناس، انسانی ہمدردی، باہمی اخوت، اجتماعیت میں ایثار، جہاد فی سبیل اللہ اور منہاج انقلاب محمدی ﷺ کے موضوعات پر ناظم تربیت نے تفصیلی روشنی ڈالی۔ ایک داعی کی خصوصیات، دعوت کا طریق کار، اس راستہ کی مشکلات، دین کے اصل تصور اور دیگر کئی موضوعات پر آڈیو اور ویڈیو تقاریر سے ان تصورات کو اس طرح واضح کیا گیا کہ اصل بات کھل کر سامنے آ گئی اور روح کو بھی تازگی ملی۔

اس تربیت کے دوران پردے اور منہاج انقلاب نبوی ﷺ کے عنوانات پر امیر محترم کی نئی اور تفصیلی تقاریر دکھائی گئیں۔ اس طرح یوں محسوس ہوا کہ امیر محترم ہمارے درمیان موجود ہیں۔ ان تمام عنوانات پر رفقاء سے بھی تقاریر کروائی گئیں۔ یوں بات مزید واضح ہو گئی۔ جمعہ کو میاندم سے کالام گئے۔ راستے میں مدین اور بحرین کے خوبصورت مقامات آتے ہیں۔ ناظم تربیت نے نماز جمعہ مدین میں پڑھائی اور دین کے صحیح تصور نیز منہاج انقلاب نبوی ﷺ کی وضاحت فرمائی۔ واپسی پر نماز عصر بھی مدین میں ادا کی گئی۔ ہفتہ کو فجر کے بعد پروگرام کا دوبارہ آغاز ہوا، جو ظہر پر اختتام پذیر ہوا۔ اس کے بعد رفقاء اپنی روحوں میں ایمان کی ایک

نئی شمع جلا کر اپنے اپنے گھروں کو لوٹے۔

تربیت گاہ کے دوران حلقہ سرحد (شمالی) کی طرف سے مکتبہ لگایا گیا جس سے رفقاء نے خوب فائدہ اٹھایا۔ آدابِ میزبانی تنظیم اسلامی دیر کے امیر جناب گل رحمان' جناب نصر اللہ اور جناب فضل رحیم نے ادا کئے۔ حلقہ کی طرف سے گاڑی ہر وقت خدمت کے لئے موجود رہی۔ (مرتب: محمد نصیر کیانی)

تنظیم اسلامی سرحد (شمالی) کے دعوتی و تربیتی پروگرام

i) رجوع الی القرآن کورس

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد (شمالی) کے زیر اہتمام چار جولائی ۲۰۰۱ء سے دفتر حلقہ میں رجوع الی القرآن کورس کا اہتمام کیا گیا ہے۔ شرکاء کی سہولت کے لئے اس مرتبہ ایک کے بجائے دو کلاسز رکھی گئی ہیں۔ ایک کلاس صبح ساڑھے آٹھ بجے سے دس بجے تک جبکہ دوسری کلاس شام چھ بجے سے ساڑھے سات بجے تک ہوتی ہے۔ ہفتہ میں پانچ دن یعنی پیر تا جمعہ کلاس ہوتی ہے جس میں بنیادی عربی گرامر (تھیوری و پریکٹیکل) آسان تجوید' مطالعہ منتخب احادیث اور تفہیم دین (دین و مذہب کا فرق' مطالبات دین' جہاد فی سبیل اللہ' منہج انقلاب نبویؐ 'حقیقت و اقسام شرک' حقیقت ایمان اور حقیقت نفاق) پڑھایا جاتا ہے۔ اس کی تشہیر کے لئے بدرشی اور خویشگی کے رفقاء پہلے سے اشتہار اور بینرز لگانے کا اہتمام کر چکے تھے۔ اب تک صبح کی کلاس میں پانچ شرکاء جبکہ شام کی کلاس میں بارہ شرکاء داخلہ لے چکے ہیں۔ اساتذہ میں جناب ڈاکٹر محمد مقصود' جناب فضل حکیم' جناب محمد عامر' جناب ساوید احمد خان' جناب محمد حامد اور جان نثار رفقائے تنظیم رضا کارانہ ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہیں۔

ii) فہم القرآن سمر کورس

حلقہ خواتین کے زیر اہتمام خواتین کے لئے بھی فہم القرآن سمر کورس کا انعقاد تین جولائی سے ہو چکا ہے۔ اوقات کار چھ دن صبح نو بجے سے ساڑھے بارہ بجے تک ہیں جبکہ اس کا دورانیہ ڈیڑھ ماہ پر محیط ہے۔ اس کورس میں ترجمہ قرآن اور مختصر تشریح' تجوید' حفظ میں مسنون دعائیں' اذکار مسنونہ اور متعلقہ مضامین پر افہام و تفہیم ہوتی ہے۔ آمان گڑھ اور بدرشی سے روزانہ دو سوزوکی گاڑیاں طالبات کو لے کر چلتی ہیں اور حکیم آباد نوشہرہ پہنچاتی ہیں۔ اب تک پچیس طالبات داخلہ لے چکی ہیں۔ مسماۃ بنت بختیار باقاعدگی سے کلاس کو پڑھا رہی ہیں۔

iii) یونائیٹڈ بینک کے بائیکاٹ کی اپیل

امیر محترم کی اپیل پر یونائیٹڈ بینک کا بائیکاٹ کرنے کے سلسلے میں اب تک پانچ ہزار پمفلٹ تقسیم کئے جا چکے ہیں اور مزید کی تقسیم ابھی جاری ہے۔ اس مہم کے نتیجے میں بعض علاقوں خصوصاً دیر و مالاکنڈ میں یو بی ایل سے متعدد اکاؤنٹ بند کرائے ہیں۔ اس امر کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اشتہار پر پتہ کی بنیاد پر یو بی ایل ضلع نوشہرہ کے ذمہ داران نے دفتر حلقہ سے رابطہ اور ملاقات کی اور اس مہم کو عمومی بینکوں کے خلاف بنانے یا کم از کم یو بی ایل کے خلاف روکنے کی گزارش کی۔ ایک گھنٹے پر محیط ملاقات میں آخر کار یو بی ایل کے ذمہ داران تنظیم سے سود کے خلاف تعاون کی پیشکش کرتے ہوئے چلے گئے۔ سہ ماہی مہم "نہی عن المنکر بالسان" کے ضمن میں سود کے خلاف عوامی آگاہی مہم میں حلقہ سرحد (شمالی) کی سطح پر یکم اپریل سے ۳۰ جون تک پچیس ہزار ہینڈ بلز دکانوں اور گھر گھر تک پہنچائے جا چکے ہیں۔

iv) دعوتی پروگراموں کی فہرست

دروس قرآن حکیم

مقام	مدرس
۱۔ تنظیم باجوڑ	گل رحمٰن/گل محمود
۲۔ تنظیم خویشگی	محمد عامر
۳۔ دیر بالا	ممتاز بخت
۴۔ بی بیوڑ (غربی)	عالم زیب
۵۔ اسرہ بی بیوڑ (شرقی)	ممتاز بخت
۶۔ اُسرہ بدرشی	قاضی فضل حکیم
۷۔ پنج پیر	حضرت گل/بذریعہ ویڈیو
۸۔ منفرد مردان	ڈاکٹر حافظ محمد مقصود
۹۔ دفتر حلقہ	قاضی فضل حکیم
۱۰۔ تنظیم تیمرگرہ	شاہ وارث/حیان اللہ

ترجمہ قرآن حکیم

۱۔ تنظیم تیمرگرہ	محمد نعیم/بذریعہ ویڈیو
۲۔ تنظیم باجوڑ	
۳۔ اُسرہ اُوچ	غلام اللہ خان
۴۔ اُسرہ بدرشی	قاضی فضل حکیم
۵۔ پنج پیر	جان اصغر

درسِ حدیث

۱۔ تنظیم باجوڑ	محمد نعیم
۲۔ تنظیم خویشگی	محمد حامد

خطاب جمعہ

۱۔ تنظیم باجوڑ	گل رحمٰن/گل محمود
۲۔ تنظیم خویشگی	محمد عامر
۳۔ اُسرہ اوچ	غلام اللہ خان حقانی
۴۔ اُسرہ پنج پیر	حضرت گل/محمد عمر

QURAN COLLEGE OF ARTS & SCIENCE
Registered & Recognised by the BISE Lahore

دنیوی اور دینی تعلیم کا حسین امتزاج

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

نگران و سرپرست : ڈاکٹر اسرار احمد

Classes:

- FA (Arts Group)
- FA (General Science)
- I.Com (Banking/Computer)
- ICS (Math+Stat+Computer Science)
- ICS (Math+Physics+Computer Science)
- BA (Ecomomics+Maths)
- BA (Other Combination)

- ایک مکمل تعلیمی و تربیتی پروگرام
- بنیادی دینی تعلیم کا خصوصی اہتمام
- بورڈ اور یونیورسٹی کے نصاب تعلیم کی معیاری تدریس
- آڈیو اور ویڈیو سہولتوں سے آراستہ
- لاہور کے خوبصورت اور پرسکون علاقے میں شاندار عمارت
- انتہائی محنتی اور قابل اساتذہ
- ہم نصابی سرگرمیوں میں تحریر و تقریر پر خصوصی توجہ
- مثالی نظم و ضبط
- وسیع و عریض' قابل دید' ایئر کنڈیشنڈ آڈیٹوریم
- ہاسٹل کی محدود سہولت' فرنشڈ کمرے
- کمپیوٹر ایپلیکیشنز میں Office 2000 کی لازمی اور مفت تعلیم

مزید تفصیلات کے لئے درج ذیل پتے سے پراسپکٹس طلب کیجئے

قرآن کالج ۱۹۱ اتاترک بلاک' نیوگارڈن ٹاؤن' لاہور ☎ : 5833637

allocated for community development schemes are diverted and shown as recovery of the disbursed credit and more often than not the borrowers are the wealthy segments of the rural communities because the poor neither can repay, nor anyone else takes the responsibility on their behalf as social collateral. Not even 10% of all the micro-credit goes to the poorest of the poor. The malpractices of the programmes involved in disbursement and recovery are yet to be fully exposed.

So far, the excitement of micro-credit as a 'new tool' to combat poverty has not been tempered by the realization that we need totally different approaches than relying just on micro-credit to undo some of our societies' maladies and the developmental lacks, gaps, and mismatches we are facing. The interest-ridden micro-credit is not an enabling or empowering tool to poverty alleviation. It has provided no economic and non-economic externalities to low-income households. Poverty alleviation - requires a holistic and in-depth understanding of the interplay between economic, social, cultural extracts of the developmental process. For instance, a well-designed and well-implemented micro-credit programme will have little effect if the overall health of the individuals is poor.

Micro-credit cannot help in solving societal problems such as illiteracy, lack of skill, inaccessible markets, social and political inequalities etc. and **the real issues that lie behind these issues: lack of political will and leadership, lack of transparency, high graft and corruption, lopsided developmental policies ... etc.**

In theory at least, the self-financing feature of micro-credit allows for its massive expansion to reach tens if not hundreds of millions of underserved people. This strategy is presented to have the broadest utility and the least cost per beneficiary. However, despite claiming to have reached millions of beneficiaries, we have not seen a comprehensive impact assessment study of the micro-credit programmes.

It is time for us to step back and reflect on the original motivation for micro-credit. It was born of the capitalist mentality and implemented through NGOs and governments. So, it may be instructive to examine the broad-brush strokes to see what fundamentally motivates NGOs and their sponsors. Micro-credit has captured the imagination of the NGO community because it provides them an easy access to cash for their own sustainability. There is more interest in recovery than the impact of micro-credit. There is industry "lock-in" around Banco Sol, BRI and Grameen, PPAF and now Khushali Bank. The whole set up of so-called poverty alleviation organisations like Punjab, Sarhad and National Rural Support Programmes revolves around and depends on the micro-credit business.

The NGOs have started to emulate the standards of the very industry that created the failure of the market to meet the enormous demand of the poor for financial services - the commercial banks. The NGOs have done little to challenge this hocus-pocus. It is a common phenomenon that where the risk-averse standards of the banking industry tip the scales away from the NGO value-driven mission for the poor, they have abandoned the very poor in favour of serving the more profitable not so poor, and not even them in most cases.

We need to conduct impartial studies into the micro-credit practices and the impact of debt accumulation on the poor household. The so far purposely-neglected indicators for such a study could be: 1. Increase in the average amount of debt vs. increase of net income per indebted household; 2. Per cent increase in the debt vs. decrease in the average net income from micro-credit based activity per indebted household; 3. The impact of the economic crisis on the borrower (farmers') capacity to service their debt by comparing the average assets and liabilities per household between say 1995/96 and 2000/2001 (farming seasons); decrease in the ratio of agricultural assets to liabilities in the last five years; 4. Decrease in the household assets during the same period; 5. Increase in the amount of debt during the same period; 6. Relevance of the capacity building training to the micro-credit activity; 7. Ratio of the local assets built up to the reduced need for an external micro-credit programme, etc. Study based on indicators like these would help us assess the real cost of micro-credit.

Regardless of any impact study, we are in to face unending problems due to our flirtation with micro-credit. Most of the NGOs have already turned into banks about which Lord Stamp, a director of the bank of England made the following statement before he was killed: "Banking was conceived in inequity and born in sin. Bankers own the earth; take it away from them but leave them with the power to create credit and with a flick of a pen, they will create enough money to buy it all back again ... If you want to be slaves of bankers and pay the cost of your slavery then let bankers control money and control credit."

And at a time when the Supreme court is considering interest free banking in the country, the micro-credit programmes are busy in addicting and enslaving people in violation of the Holy Qur'an that warns: "O' you who believe, fear Allah and give up what remains of your demand for usury, if you are indeed believers. If you do not abstain take notice of war from Allah and His Messenger." What greater threat could there be than the declaration of war by Allah? Allah does not fight with armaments, His wrath descends in ways that are impossible to oppose or avert. Bankruptcy, crime, drought, fear, Murder, sectarianism, are but some of the missiles that suddenly shatter our lives when Allah declares war against us.

Abid Ullah Jan

The curse of Micro-credit

"In splendour, in seduction and in grace, the buildings of the banks outsoar the houses of God; In appearance it is trade, in reality gambling; The gain of one is sudden death to millions, Science, Philosophy, College, Constitution, Preach man's equality and suck man's blood. Want and unemployment, lewdness and intoxication. Who says the gifts of Occident are few?...". – (Allama Iqbal).

The power of the "hidden hand" in international politics has always been economics. Economic "Aid" is too often the Trojan horse of all other ills. Political independence is an aspect of government that is not too popular with the appendages of the "hidden hand". The South African, Malaysian and Indonesian experience of late is clear proof of how the instruments of debilitating power can emasculate those that consume the sweetened hemlock. Mexico and Brazil are still paying the price. Unfortunately, the economic enslavement is not limited to the governments alone. Now masses are the target and the ever-growing enthusiasm of the poor governments and NGOs promises micro-credit for poor people with no savings or collateral. A closer look, however, shows the movement to be financially dangerous, subtly coercive, and, in its most famous cases, an enemy to our social, political and economic systems.

Micro-credit, the related usury and its consequences such as debt, joblessness and crime have entrenched a new and insidious kind of servitude. The objective now is to bond the entire nations to the capitalist usury warlords and global bankers. We are so happily promoting initiatives like Khushali Bank and Pakistan Poverty Alleviation Fund without considering the fact that the mass enslavement of our future generations would have no parallel in the history of humankind.

Our politicians and so-called development specialists have seldom looked at interest-based money lending as the cause of widespread poverty in the midst of plenty, because whilst this practice was once forbidden by Judaism, Christianity and Islam alike, it has become universally accepted in the modern world. It is argued that money is a "producer good" and that the lender should receive a share of the extra wealth that these goods produce. Yet, this is illogical on several points. The only true producer of wealth (i.e. goods and services) is Labour when it is applied to either Land or Capital. Unlike Land, Money is infinite when not artificially restricted, which it often is. Money is man-made out of nothing and at tiny real cost. These credit creations confers enormous economic power and influence on the selected few who have secured for themselves monopoly rights in this money issue.

In summer 1995, a Bangladeshi Banker, Muhammad Yunus announced on behalf of the capitalists: "Access to credit should be a human right irrespective of economic situation." Capitalist Journals and books tout Yunus and Grameen in dozens of studies. All major newspapers, including the Wall Street Journal, have run glowing profiles. "McNeil-Lehrer Newshour" did a full segment. The Economist magazine has been taken in. He has been nominated for the Nobel peace prize!

Meanwhile, governments like Pakistan are striving hard to replicate Yunus's alleged successes in the field of micro-credit. Many of our non-government development programmes have been turned into micro-finance institutions and their social organisers have become the sales persons of micro-credit. Little stories of micro-credit success told by these programmes may sound so wonderful. However, the question is: If FPAP run programmes and Khushali Bank can give loans to poor women without assets, why can't Citi Bank, Standard Chartered Grindlays Bank? Why are Western bankers keeping money from the poor? Is it greed, cultural barriers, bad training, or racism? Is lack of collateral an excuse for hatred of the poor? Of course, not.

If Grameen and Khushali Banks were really profitable, Western bankers would not need to be cajoled and harangued into copying it. They would rush to try this gold-spinning machine. Bankers would love to discover that the poor are 98% credit worthy. They would long ago have tossed out cumbersome formalities. It turns out, however, there is more to our micro-credit scheme than meets the eye. Grameen, Khushali, etc are not banks at all. These institutions are agents of enslavement -- actually functioning as conduits for huge grants from the World Bank and other capitalist agencies. FPAP, run by the World Bank money, is just another example of this sort of arrangement. The aid is used as the basis of a credit-pyramiding scheme that not only provides micro-loans but also funds a creepy form of feminist social engineering that wars against our social and religious norms and values.

All micro-credit programmes charge their customers 18-22 % interest. The 99-100% recovery figure does not reflect the behaviour of actual individual borrowers. The programmes claim the system is "self policing." But observers note that employees of these organisations engage in weekly, door-to-door monitoring of all borrowers. Many of the borrowers are harassed and in some cases given in the custody of local police for some time. In some cases, funds

Vol : 10 Regd. CPLNo. 127 No. 29

WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT LAHORE

افہام و تفہیم

☆ اسلام میں عورت کی حکمرانی کا کیا تصور ہے؟

☆ خلافت موعود ہے یا مکسوب؟ ☆ کیا موجودہ حکومت شرعی ہے؟

☆ رسولوں اور انبیاء کی دعوت و تبلیغ کے بے نتیجہ رہنے سے کیا مراد ہے؟

قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درس قرآن کے بعد امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال و جواب کی نشست

س : آپ کے ایک خطاب کے مطابق بہت سے رسول ایسے ہوئے ہیں جن کی دعوت و تبلیغ کا کوئی مؤثر نتیجہ دنیا میں برآمد نہیں ہوا' جن میں حضرت عیسیٰؑ بھی شامل ہیں۔ لیکن عیسائیت کی تعلیم اور اس کے پیروکار تو پوری دنیا میں موجود ہیں اگرچہ ان کی کتابوں اور تعلیمات میں ترمیم و تنسیخ بھی ہوئی۔ اس ضمن میں وضاحت فرمایئے۔

ج : رسولوں کی دعوت و تبلیغ کے بے ثمر رہنے سے مراد یہ ہے کہ ان کی اپنی زندگیوں میں ان کے ہاتھوں کوئی حتمی نتیجہ غلبہ و اقامتِ دین کی صورت میں برآمد نہیں ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ کُل ۷۲ آدمی حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائے تھے لیکن ان ۷۲ کے نام بھی محفوظ نہیں ہیں۔ تاریخ میں صرف ان بارہ حواریین کے نام ملتے ہیں جو ہر وقت حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ رہتے تھے۔ ان میں سے بھی ایک وہ شخص تھا جس نے بعد میں غداری اور مخبری کرتے ہوئے انہیں گرفتار کرا دیا تھا۔ اس حوالے سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ عملی طور پر ان کی زندگی میں ان کی دعوت و تبلیغ مؤثر طور پر نتیجہ خیز نہ ہو سکی۔ جہاں تک دنیا کے اندر خیر اور نیکی کے موجود ہونے کا تعلق ہے تو ایسا دراصل مختلف مذاہب کے اجتماعی تاثر کے باعث ہے۔ ایسے بے شمار انبیاء کرام آئے جن کی اپنی زندگیوں میں مطلق مقصد حاصل نہیں ہوا لیکن اس کے باوجود وہ اپنی تعلیم کے اثرات چھوڑ گئے جو ان کے بعد پروان چڑھے اور اس کے نتائج بعد میں ظاہر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کبھی کسی نیکی اور خیر کو ضائع نہیں کرتا۔ اسی ضمن میں یہ بات سمجھ لینے کے قابل ہے کہ اقامتِ دین کے لئے کام کرنے والوں کو کسی فوری کامیابی کے حاصل نہ ہونے پر مایوس اور بددل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ تاریخ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اپنے مشن کی تکمیل تو بہت سے رسول بھی اپنے ہاتھوں نہیں کر پائے تھے۔ مثال کے طور پر حضرت موسیٰؑ پر اس وقت شدید بے زاری طاری ہو گئی تھی جب ان کی پوری قوم نے جہاد و قتال سے انکار کر دیا تھا اور جس کے نتیجے میں غلبہ و اقامت دین کی آرزو شرمندۂ تکمیل نہ ہو سکی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ سے ان کی دعا قرآن مجید میں اس طرح منقول ہے کہ ''اے اللہ! مجھے کوئی اختیار حاصل نہیں ہے سوائے اپنی جان پر اور اپنے بھائی (ہارون) کی جان پر' پس ہمارے اور اس فاسق قوم کے درمیان جدائی ڈال دے''۔ ہم ان کے ساتھ اب مزید نہیں رہ سکتے۔ لیکن اس قدر دل شکستگی کے باوجود یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ ان کی تعلیمات کے دُور رس نتائج بعد میں نکلے۔ البتہ اس حوالے سے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ خاص معاملہ ہوا ہے کہ آپؐ نے اپنی زندگی میں اپنے دست مبارک سے لاکھوں مربع میل کے علاقے پر اللہ کے دین کو بالفعل غالب کر دیا۔ کسی رسول کے اپنی زندگی ہی میں نظامِ الٰہی قائم کر دینے کی صرف ایک ہی مثال ہے اور وہ حضرت محمد ﷺ کی ہے۔

س : خلافت کا اقتدار موعود ہے یا مکسوب؟ کیا اس کا وعدہ کیا گیا ہے یا یہ ایسی چیز ہے جو مروجہ طریقہ کار یعنی الیکشن اور ووٹوں سے حاصل کی جا سکتی ہے؟ یا پھر کچھ اعمال اختیار کرنے پر اس کی تفویض کا وعدہ ہے؟

ج : کرہ ارضی پر خلافت کا قیام درحقیقت تو موعود ہے لیکن اس ضمن میں یہ امر ہرگز نظروں سے اوجھل نہیں ہونا چاہئے کہ اس کے لئے جدوجہد کرنا فرض عین ہے۔ یہ نکتہ ہمارے ذہن سے محو نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ کے دین کو قائم اور غالب کرنے کے لئے مساعی کرنا اگرچہ ہم پر لازم ہے لیکن یہ قطعاً ضروری نہیں کہ ہماری جدوجہد کے نتیجے میں وہ واقعی قائم بھی ہو جائے۔ یہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ تاہم اس کے لئے اجتماعی جدوجہد میں اپنے آپ کو لگانا یقیناً فرض ہے۔

س : موجودہ حکومت کے شرعی ہونے کے بارے میں وضاحت فرما دیں۔

ج : موجودہ حکومت کے شرعی ہونے کے بارے میں تو کچھ نہیں کہا جا سکتا البتہ اسے جائز ضرور قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہ اسلامی میں متغلب یعنی وہ شخص جو اپنی طاقت کے بل بوتے پر حکومت پر قبضہ کر لے کی حکمرانی کا جواز تسلیم کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اگر جائز نہ ہو تو پھر لازم ہو گا کہ لوگ اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور جنگ کریں۔ چنانچہ اس فتنہ و فساد اور خوں ریزی کا راستہ روکنے کے لئے اسے قابل تسلیم قرار دیا گیا ہے۔ تاریخ میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً جب بابر پانی پت کے میدان میں ابراہیم لودھی کو شکست دے کر خود حاکم بن گیا تو علماء نے جو پہلے اپنے خطبے میں ابراہیم لودھی کا نام لیتے تھے' اب بابر کا نام لینا شروع کر دیا حالانکہ بابر کو کسی نے بلایا تھا نہ وہ منتخب کیا گیا تھا بلکہ اس نے مسند اقتدار محض اپنی قوت اور طاقت سے حاصل کی تھی۔ اس اعتبار سے اگر مارشل لاء آ جائے تو شرعاً وہ بھی جائز ہونے کے درجے میں شمار ہو گا۔

س : اسلام میں عورت کی حکمرانی کا کیا تصور ہے؟

ج : فقہ میں عورت کا حکمران ہونا اگرچہ حرام مطلق ثابت نہیں ہے لیکن قرآن اور حدیث کی رو سے یہ کوئی پسندیدہ عمل بھی نہیں ہے۔ اسلام کے معاشرتی نظام کے تحت اصولی طور پر عورت کے ذمہ جو کام لگائے گئے ہیں وہ امور خانہ داری' بچوں کی پرورش اور ان کی تربیت سے متعلق ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کسی قوم کا حال مردوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے جبکہ مستقبل عورتوں کی گود میں پروان چڑھتا ہے۔ یہ تقسیم اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے جو دونوں اصناف کا خالق ہے۔ اس تناظر میں عورت کی حکمرانی ہرگز لائق تحسین نہیں ہے' بلکہ ناپسندیدہ ہے۔ تاہم شریعت میں اسے حرام مطلق قرار نہیں دیا گیا۔

برصغیر کی تاریخ میں خاندان غلاماں سے زیادہ مذہبی دور کبھی نہیں آیا۔ اس دور میں رضیہ سلطانہ کا حکمران ہونا بھی اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ یہ شرعی طور پر ممنوع نہیں ہے اور جب کوئی باصلاحیت اور قابل مرد موجود نہ ہو تو پھر بحالت مجبوری عورت مسند اقتدار سنبھال سکتی ہے۔